ماہنامہ

مُحدِّث

بنارس

جولائی واگست ۲۰۲۴ء ◆ محرم وصفر ۱۴۴۶ھ

تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ ..	۲
واقعۂ کربلا - تاریخ کے آئینے میں	۷
افواہیں پر امن سماج کے لئے ناسور..	۱۵
نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت...	۲۱
ایک جامع کمالات شخصیت...	۴۳

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۴۱
شمارہ: ۷-۸

محرم وصفر
۱۴۴۶ھ
جولائی واگست
۲۰۲۴ء

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

اس شمارہ میں

۱-تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ ...	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲-جمعہ کی فضیلت	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۴
۳-واقعۂ کربلا-تاریخ کے آئینے میں	مدیر	۷
۴-افواہیں پرامن سماج کے لئے ناسور..	محمد محب اللہ محمدی	۱۵
۵-نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت...	ابوصالح دل محمد سلفی	۲۱
۶-قبر میں میت سے کتنے سوال...	محمد مصطفیٰ کعبی ازہری	۲۹
۷-حدیث الموتان	عبدالعلیم سلفی	۳۲
۸-ایک جامع کمالات شخصیت...	فرحان سعید بنارسی	۴۳
۹-اخبار جامعہ	مولانا دل محمد سلفی	۴۹
۱۰-باب الفتاویٰ	مولانا نورالہدیٰ سلفی	۵۹

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

مراسلت کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ہے

عبداللہ سعود سلفی

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ . (سورہ مومن:۱۴) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ کو اس طرح پکارو کہ دین کو اسی کے لئے خالص رکھو خواہ تمہارا یہ عمل کافروں کو کتنا ہی ناگوار لگے۔

مسلمانو! دین کے ہر کام میں اخلاص بہت اہم اور ضروری ہے۔ چاہے مرد ہو یا عورت ہر ایک کو یہ بات ذہن نشیں رکھنا چاہئے کہ اگر ہمارا دینی عمل اللہ کے لئے خاص نہ ہو بلکہ اس میں نقالی، نمائش، دکھاوا ہو یا نیت کچھ اور ہو تو اللہ کے یہاں ایسے عمل کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور بروز قیامت حساب کے وقت ایسا کام ہمارے لئے وبال جان بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے اس خاص بندہ کو خاص مقام عطا فرمائے گا جس کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوگا اور جو اللہ کو اور اس کے سامنے حاضر ہونے کو اور اپنے حساب کو یاد کر کے خوف کھاتا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ان سات خوش نصیب لوگوں میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کو تنہائی میں اللہ یاد آیا تو اس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے۔ اللہ کے احسانات کو یاد کر کے اور اپنے عمل اور نیت کو یاد کر کے، رو دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندے کو اپنے عرش کے تلے سایہ میں رکھے گا جس دن کوئی پرسان حال نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی جائے پناہ ہوگی۔

سورہ نساء آیت نمبر (۱۴۶) میں فرمایا: إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَاعْتَصَمُواْ بِاللّهِ وَأَخْلَصُواْ دِينَهُمْ لِلّهِ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْراً عَظِيما . ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا تو ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم سے نوازے گا۔ ایسے لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کو اپنا رب و مالک مان کر اسی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے لو لگا کر اسی کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں۔ ہر نماز میں یہ حکم ہے کہ اللہ کے سامنے باادب باملاحظہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر اللہ سے یہ اقرار کرتے رہو إیاک نعبد و إیاک نستعین. (فاتحہ) اے اللہ رب العالمین تو رحمٰن ورحیم ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

اللہ نے ایسے بندوں کا وصف یہ بیان فرمایا: وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً (8) إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً (سورہ انسان:۸-۹) اللہ کی محبت میں مسکین و یتیم اور قیدی کو

کھانا کھلاتے ہیں (اور یہ سمجھ کر کرتے ہیں) کہ ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں۔ تم سے ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے کہ تم ہم کو بدلہ دو گے اور یا شکر گزاری کرو۔

اللہ ایسے لوگوں کو خود جہنم سے دور رکھے گا۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهُ يَتَزَكَّى. وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَى. إِلَّا ابْتِغَاء وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى. وَلَسَوْفَ يَرْضَى . (سورہ لیل: ۱۷-۲۱) اور جو بڑا پرہیز گار ہے وہ (اس آگ سے) بچالیا جائے گا جو اپنا مال (اللہ کے لئے) دیتا ہے تا کہ وہ پاک ہو جائے اور (اس لئے) نہیں (دیتا کہ) اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے وہ تو صرف اپنے اس رب کی خوشنودی چاہتا ہے جس کی شان سب سے اونچی ہے۔

اس کی وضاحت اللہ کے رسول محمد ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جس کو صحابی رسول حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ آپ بتایئے کہ کوئی شخص غزوہ میں نکلے (یعنی مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ میں جہاد کرے) اس کی خواہش ہے کہ ثواب حاصل کرے اور لوگ اس کو یاد کریں، تو اس کو کیا اجر ملے گا؟ فقال رسول الله ﷺ: "لا شيء له". اس کو کچھ نہ ملے گا۔ اس نے پھر یہی سوال کیا، تین بار سوال کیا اور تینوں بار اللہ کے رسول کا جواب یہی تھا "لا شيء له"، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: إن اللّٰه لا يقبل من العمل إلا ما كان له خالصا وابتغي به وجهه. بے شک اللہ عمل کو قبول نہیں کرتا الا یہ کہ وہ عمل اللہ کے لئے خالص ہو اور اس عمل سے اللہ کی ذات کی خوشنودی مقصود ہو۔ (سنن نسائی: ۳۱۴۰)

نیت وخلوص کی بات کی مزید وضاحت کے لئے سورہ اسراء کی آیت نمبر ۱۸/ سے ۲۰ تک پڑھیں، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے اور اس کا ہر فرمان برحق اور اٹل ہے۔ مَّن كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيْهَا مَا نَشَاء لِمَن نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراً. وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوراً. كُلاًّ نُّمِدُّ هَؤُلاء وَهَؤُلاء مِنْ عَطَاء رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاء رَبِّكَ مَحْظُوراً. جو شخص دنیا کی خوشحالی چاہتا ہے تو ہم جسے جتنا چاہتے ہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے (آخرت میں) جہنم بنا رکھا ہے جس میں وہ ذلیل ورسوا ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص (اپنے عمل کا بدلہ) آخرت میں چاہتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش بھی کرے تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں (دنیا چاہنے والے کی بھی اور آخرت چاہنے والے کی بھی) اور تیرے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اندر صحیح معنوں میں دینداری پیدا کرے اور ہر اس عمل سے بچائے جس کا انجام خراب ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

درس حدیث

جمعہ کی فضیلت

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: من اغتسل يوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فكأنما قرّب بدنة، ومن راح في الساعة الثانية فكأنما قرّب بقرة، ومن راح في الساعة الثالثة فكأنما قرّب كبشا أقرن، ومن راح في الساعة الرابعة فكأنما قرّب دجاجة، ومن راح في الساعة الخامسة فكأنما قرّب بيضة، فإذا خرج الإمام حضرت الملائكة يستمعون الذكر. (صحيح البخاري: ۸۸۱، صحيح مسلم: ۸۵۰)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا پھر وہ پہلی ساعت میں مسجد پہنچا تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسری ساعت میں پہنچا گویا اس نے سینگ والے ایک مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھی ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے ایک مرغی کی قربانی دی اور جو پانچویں ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے ایک انڈے کی قربانی دی، پھر جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إذا كان يوم الجمعة كان على كل باب من أبواب المسجد الملائكة يكتبون الأول فالأول، فإذا جلس الإمام طووا الصحف وجاؤوا يستمعون الذكر. (صحيح البخاري) جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے بیٹھ جاتے ہیں اور اول باول آنے والے کا نام اپنے رجسٹر میں لکھتے رہتے ہیں۔ پس جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹروں کو بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے کے لئے آجاتے ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو جمعہ کے دن خاص اہتمام کرنا چاہئے اور جمعہ میں پہلے پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ فرشتوں کے رجسٹر میں نام درج ہو سکے۔ جو لوگ جمعہ کے دن سستی اور کاہلی کرتے ہیں، اذان جمعہ کے بعد مسجد پہنچتے ہیں وہ اس عظیم خیر سے محروم رہ جاتے ہیں جس میں اونٹ، گائے، مینڈھے، مرغی اور انڈے کی قربانی کے برابر اجر وثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

جمعہ کے دن کی اور بہت ساری فضیلتیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ جمعہ کے دن کو سب

سے افضل دن قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم (۸۵۴) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه أدخل الجنة، وفيه أخرج منها. سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن ان کو جنت سے نکالا گیا۔

جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے اس دن مسلمان عبادت کے لئے ہفتے میں ایک بار جمع ہوتے ہیں اور امام کا خطبہ سنتے ہیں کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے بدلے جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے اور دو رکعت جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔

چنانچہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے خوشبو لگا کر خوبصورت کپڑا پہن کر کے اور اپنے بالوں، ناخن وغیرہ کی صفائی کر کے پہلے ساعت میں مسجد پہنچتا ہے اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، اسی طرح دوسری ساعت میں پہنچنے والے کو گائے کی قربانی کا ثواب، تیسری ساعت میں مینڈھا، چوتھی ساعت میں مرغی، پانچویں ساعت میں انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔

اسی طرح جمعہ کی نمازوں کی پابندی کرنے سے صغائر گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم (۲۳۳) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات ما بينهن إذا اجتنب الكبائر. پنج وقتہ نمازیں، جمعہ سے لے کر جمعہ اور رمضان سے لے رمضان یہ سب چیزیں گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

جمعہ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ اس دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں اگر مسلمان دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے: إن في الجمعة لساعة لا يوافقها مسلم قائم يصلي يسأل الله خيرا إلا أعطاه إياه، وقال: بعده يقللها يزهدها. (صحيح البحاري: ٦٤٠٠، صحيح مسلم: ٨٥٢) جمعہ کے دن ایک گھڑی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان اس حال میں پا لے کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو جو بھلائی بھی وہ مانگے گا اللہ اسے عطا فرمائے گا اور اس گھڑی کی مدت بہت کم ہے۔

اور جو شخص جمعہ کی نماز کو بغیر عذر شرعی کے چھوڑتا ہے اس کے لئے سخت وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اسے غافلین میں لکھ دیتا ہے۔

محترم قارئین! جمعہ کے دن کے یہ بعض فضائل ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ ہمیں اس دن کی قدر کرنی چاہئے، اس دن زیادہ سے زیادہ اللہ کے رسول محمد ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا چاہئے، قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار، سنن ونوافل کا اہتمام کرنا چاہئے، جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد پہنچنا چاہئے، وہاں پہنچ کر نوافل پڑھیں، کسی سے بات چیت نہ کریں، کسی کو کوئی چیز کرتے دیکھیں اسے نہ ٹوکیں، سورۃ الکہف خصوصی طور پر پڑھیں، کسی کی گردن نہ پھلانگیں، عصر کے بعد سے لے کر

مغرب تک کے وقت کو غنیمت سمجھیں کیونکہ جس گھڑی کے بارے میں وارد ہے کہ اس میں دعا قبول ہوتی ہے وہ گھڑی جمعہ کے دن آخری گھڑی ہے، یعنی عصر کے بعد سے لے کر مغرب کے درمیان کے وقت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گھڑی خطیب کے دوران خطبہ بیٹھنے کا وقت ہے۔

حدیث سے مستنبط مسائل:

۱- جمعہ کا دن مبارک اور سب سے فضیلت والا دن ہے۔

۲- جمعہ کے دن ہر مسلمان کو خطبہ سے پہلے پہنچنا چاہئے۔

۳- جمعہ کے دن خوب اچھی طرح غسل کر کے جانا چاہئے۔

۴- اس دن نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام کا خوب اہتمام کرنا چاہئے۔

۵- خصوصی طور پر جمعہ کے دن آخری حصہ میں دین ودنیا کی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

☆☆☆

واقعۂ کربلا-تاریخ کے آئینے میں

محمد ایوب سلفی

محرم الحرام کا مہینہ آتے ہی جا بجا ماتمی محفلیں آراستہ ہونے لگتی ہیں اور طرح طرح کی بدعات وخرافات کا سیلاب امڈ پڑتا ہے۔ واعظین اور خطباء شہادت حسین کے نام پر لوگوں کے جذبات اس قدر برانگیختہ کردیتے ہیں کہ وہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام جیسی نفوس قدسیہ پر بھی زبان طعن دراز کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

بلا شبہ سانحۂ کربلا مسلمانوں کے لئے ایک ایسا الم انگیز واقعہ ہے کہ اس نے اسلام کی چولیں ہلا ڈالیں اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں میں کتنے فتنے پیدا ہوئے۔ کربلا کے جو واقعات اور قصے بیان کئے جاتے ہیں ان میں زیادہ تر صحیح نہیں ہیں، ان کے بیان میں بہت ساری سچائیوں پر پردہ ڈال کر من گھڑت قصوں اور افسانوں کا سہارا لیا گیا ہے۔ خاص طور سے شیعوں نے اس سلسلے میں وہ گل افشانیاں کی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ ان قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ اسلامی تاریخ میں بے سر پیر کی باتیں داخل کردی گئی ہیں جو مسلمانوں میں فتنوں کا سبب بن گئیں۔ اس بات کا اعتراف بعض حقیقت پسند شیعہ مولفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ مولف جناب شاکر حسین صاحب لکھتے ہیں: ''واقعۂ کربلا کے بارے میں صدہا باتیں گڑھی گئی ہیں، ان واقعات کی تدوین عرصۂ دراز کے بعد ہوئی، رفتہ رفتہ اختلاف کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سے الگ کرنا مشکل ہوگیا''(۱)۔

نیز واقعات کربلا کو بیان کرنے والے اکثر رواۃ جھوٹے، مجہول، غیر معتبر، غالی اور کٹر شیعہ ہیں، انہوں نے مبالغہ آرائیوں اور داستانوں سے بھرے ہوئے واقعات بیان کئے اور بہت سی روایتیں خود گھڑی ہیں اور مورخین نے ان کو بلا تحقیق اور بلا کسی نقد وتبصرہ نقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ واقعات کربلا کی اصل حقیقت سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ناواقف رہ گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہوگیا۔ واقعات کربلا کے بیان میں تاریخ کی کتابوں میں اتنا تضاد ہے کہ ان میں واقعہ کی صحیح نوعیت کی پہچان بڑا مشکل امر ہے اور کون روایت صحیح ہے اور کون غلط ہے اس کی تمیز کرنا بھی بہت آسان کام نہیں ہے۔ ذیل میں واقعۂ کربلا کو اسلامی تاریخ، ائمہ رجال کی کتب اور حقیقت پسند مولفین اور اعتدال کے خوگر مورخین اور ائمہ کی تحریروں کی روشنی میں مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ واضح ہو کہ اس تحریر میں تاریخ کی وہ روایتیں لینے کی کوشش کی گئی ہیں جن پر اکثر مورخین متفق ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے چار سال پہلے ۵۶ھ میں اپنے بیٹے یزید رحمہ اللہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ جو چند ممتاز صحابہ حضرت یزید کی

خلافت کے مخالف تھے ان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔ ۶۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت یزید جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے ان لوگوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو لوگ آپ کی بیعت کے مخالف تھے، چنانچہ انہوں نے والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی ہے ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کر کے بغیر مہلت دیئے ہوئے ان سے بیعت لے لو۔ ولید نے سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو حضرت یزید رحمہ اللہ کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھ جیسے سے سری بیعت کو تم لوگ کافی بھی نہیں سمجھو گے، جب سب لوگوں سے بیعت کے لئے بیٹھو گے تو مجھ کو بھی بلا کر بیعت لے لینا'' ولید جو عافیت پسند تھا اس نے کہا ٹھیک ہے، اللہ کے نام پر آپ جایئے اور پھر لوگوں کے ساتھ آیئے گا'' (۲)۔

مکہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بغیر بیعت کئے تقریباً چار ماہ سے زیادہ رہے۔ اس مدت میں اہل کوفہ کی طرف سے تحریریں اور ان کے وفود آتے رہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین دلاتے رہے کہ اہل کوفہ یزید کی خلافت سے راضی نہیں ہیں، وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی طلبی کے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط پہنچ چکے جو نمایاں اور سرکردہ لوگوں کے دستخط کے ساتھ تھے تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ ''تمہارے مقصد سے میں آگاہ ہوا، اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو جو میرے معتمد خاص ہیں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمہارے حالات سے مجھے باخبر کریں، اگر انہوں نے یہ لکھا کہ کوفہ کے رؤوساء اور اہل الرائے میری امامت کے خواہاں ہیں تو آجاؤں گا، حقیقت یہ ہے کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرے اور عدل وانصاف پر قائم رہے (۴)۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے کوفہ کے لئے روانہ کیا اور ہدایت کی کہ ایسے راستے سے جاؤ کہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور وہاں پہنچ کر دیکھنا کہ لوگ میری امامت پر متفق ہیں یا نہیں اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس پر قائم ہیں یا نہیں؟ مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے اور خفیہ طور سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لینے لگے، لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ تاریخی روایتوں کے مطابق تقریباً اٹھارہ ہزار لوگوں نے بیعت کی، انہوں نے یہ صورت حال دیکھ کر فوراً امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ آپ جتنا جلد ہو سکے کوفہ تشریف لائیں، آپ کے لئے زمین بالکل ہموار ہے۔

ادھر مسلم بن عقیل کی سرگرمیاں زیادہ دنوں تک مخفی نہ رہ سکیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو انصار مدینہ میں سے تھے اور حضرت معاویہ ہی کے وقت سے کوفہ کے گورنر چلے آرہے تھے، جب ان کو مسلم بن عقیل کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے خفیہ بیعت لینے کی سرگرمیوں کی خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور تقریر کی ''اے لوگو! فتنہ آرائی اور تفرقہ بازی میں مت پڑو، اس میں ناحق جانیں جاتی ہیں، خون بہتا ہے اور مال چھینے جاتے ہیں، میری پالیسی اس بارے میں سن لو جب

تک مجھ پر حملہ نہیں ہوگا میں کسی پر حملہ نہیں کروں گا، نہ تمہیں برا بھلا کہوں گا، نہ شبہے اور تہمت میں پکڑوں گا لیکن اگر تم نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنایا، بیعت توڑی اور امام (یزید) کے خلاف کھڑے ہوئے تو قسم ہے اللہ کی میں تم پر تلوار چلاؤں گا جب تک میرا ہاتھ اس کے قبضے پر رہے، چاہے تم میں سے کوئی بھی میرا ساتھ دینے والا نہ ہو، ویسے مجھے امید ہے کہ تم میں وہ لوگ زیادہ ہوں گے جو حق کو پہچانتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو باطل کے لئے حق کا نام لیتے ہیں (۵)۔

عبداللہ بن مسلم حضرمی نامی ایک شخص جو بنی امیہ کے حلیفوں میں سے تھا اس نے گورنر کی یہ تقریر سن کر کہا کہ یہ مناسب پالیسی نہیں ہے بلکہ یہ نرم پالیسی ہے، لیکن پھر بھی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس پالیسی کو تبدیل نہیں کیا، بنی امیہ کے بہی خواہوں نے یہ صورت حال یزید رحمہ اللہ کو لکھ بھیجی اور لکھا کہ ’’اگر تم نے کوفہ کے گورنر کو تبدیل نہیں کیا تو تمہیں کوفہ سے ہاتھ دھونا پڑے گا‘‘۔

یزید نے صورت حال جان کر فوراً نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور اسے ہدایت کی کہ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم کو نکال دو یا قتل کرو، خلیفہ کا یہ حکم پا کر ابن زیاد کوفہ آیا اور اعلان کر دیا کہ ’’میں فرمانبرداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن، میری تلوار اور میرا کوڑا صرف اس کے لئے ہے جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے گا، پس ہر آدمی اپنا بھلا برا سمجھ لے۔ پھر اس نے قبائل کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ کسی کے یہاں کوئی اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ٹھہرا ہو تو وہ فوراً اس کو پکڑ کر میرے پاس حاضر کرے، ہر شخص اپنے محلّہ کا ذمہ دار ہے، جس محلّہ میں کوئی باغی ملے گا اس محلّہ کے رئیس کو اس کے دروازہ پر پھانسی دی جائے گی‘‘(۶)

مسلم بن عقیل کے کان میں جب یہ باتیں پڑیں تو اس وقت وہ مختار بن ابی عبید کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً مکان تبدیل کر دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر جا پہنچے، اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو اپنا مہمان بنالیا، ہانی نے اس موقع پر جواب دیا تھا کہ ’’تم نے مجھے بڑی ہی مصیبت میں ڈال دیا اگر میرے احاطے کے اندر نہ آ گئے ہوتے تو میں کہتا کہ مجھے معاف کرو لیکن اب تو کچھ نہیں کہہ سکتا، آجاؤ‘‘(۷)۔

کوفہ کے ایسے بے وفا ماحول میں ابن زیاد جیسے چست و چالاک اور سخت گیر منتظم نے مسلم بن عقیل کا پتہ لگا ہی لیا، اس نے ہانی کو بلوایا جو بڑی مشکل سے آنے کے لئے تیار ہوئے، جب وہ آ گئے تو ابن زیاد نے انہیں آڑے ہاتھوں لیا اور انہیں کافی سخت سست کہا، ہانی نے اپنی صفائی دینی چاہی کہ میں نے مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا تھا بلکہ وہ خود ہی آ گئے تو میں انکار نہ کر سکا۔

ابن زیاد نے ہانی کو حکم دیا کہ تم فوراً اسے پکڑ کر میرے پاس حاضر کرو، وہ ابن زیاد کی یہ فرمائش پوری کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے نتیجتاً ان کے ساتھ سختی کا معاملہ ہوا، ایسے نازک موڑ پر مسلم نے حضرت حسین کے جانثاروں کو آواز دی تاکہ ان کو لے کر گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیں لیکن بمشکل چار ہزار لوگ ہی جمع ہو سکے، ابن زیاد نے محض حسن تدبیر سے اس چار ہزار کی جمعیت کو آناً

فاناً منتشر کر دیا، بالآخر حضرت مسلم پکڑے گئے۔محمد بن اشعث نے ان کو گرفتار کیا اور دوسرے روز ۹؍ذی الحجہ کو آپ کو قتل کر دیا گیا پھر یہی انجام ہانی کا بھی ہوا۔

مسلم بن عقیل نے اپنی موت سے قبل ایک تحریر لکھ کر محمد بن اشعث کو دے دیا اور انہیں وصیت کی کہ میرا یہ پیغام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ضرور پہنچا دینا۔اس پیغام میں یہ تھا کہ ''یہاں میں گرفتار ہو چکا ہوں، آپ شاید چل بھی نہ پائیں کہ میرا قتل ہو جائے۔

آپ کوفہ والوں پر بھروسہ نہ کریں، ان لوگوں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا اور مجھ سے بھی جھوٹ ہی بولا اور یہ تو آپ کے والد کے وہ ساتھی ہیں جن کی وجہ وہ موت یا قتل کی تمنا کرنے لگے تھے''(۸)۔

ادھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم کا وہ پیغام مل گیا جس میں تھا کہ ''آپ جتنی جلد ہو سکے کوفہ آجایئے، یہاں آپ کے لئے زمین بالکل ہموار ہے'' یہ پیغام پا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔

واقعات کربلا سے متعلق سب ہی تاریخوں میں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے لئے روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان کے رشتہ داروں اور ہمدردوں نے انہیں روکنے کی پوری کوشش کی اور اس اقدام کے خطرناک نتائج سے ان کو آگاہ کیا، ان میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابودرداء، حضرت ابوواقد اللیثی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نمایاں ہیں، کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ جا ہی رہے ہیں تو کم از کم اپنے بچوں کو لے کر نہ جائیں۔آپ نے اپنے جواب میں نہ عزم سفر ملتوی کیا اور نہ اپنے اس موقف کی دلیل پیش کی؛ دراصل ان کے دل میں یہ بات تھی کہ اہل کوفہ ان کو مسلسل دعوت دے رہے ہیں یقیناً وہاں جانا مفید ہوگا۔

۸؍ذی الحجہ یوم الترویہ کو آپ اپنے قافلہ کے ساتھ کوفہ کی سمت میں روانہ ہو گئے اور اسی دن کوفہ میں مسلم بن عقیل، ابن زیاد کے ہاتھوں گرفتار ہو رہے تھے۔

یہ بھی تمام تاریخوں میں آتا ہے کہ آپ جب مقام 'زبالہ' میں پہنچے تو مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر اور وہ پیغام بھی پہنچ گیا جس میں مسلم بن عقیل نے انہیں کوفہ آنے سے روکا تھا، اس المناک خبر کے سننے کے بعد اہل کوفہ پر آپ کا اعتماد متزلزل ہو گیا اور آپ نے واپسی کا عزم ظاہر کیا، لیکن حضرت مسلم کے بھائیوں نے یہ کہہ کر واپس ہونے سے انکار کر دیا کہ ہم تو اپنے بھائی مسلم کا بدلہ لیں گے یا خود بھی مر جائیں گے۔اس پر حضرت امام حسین نے فرمایا: ''تمہارے بغیر میں بھی جی کر کیا کروں گا'' یہ کہہ کر آگے چل پڑے(۹) جب یہاں سے آگے بڑھے تو ابن زیاد کا گھوڑ سوار دستہ سامنے نظر آگیا جو قادسیہ میں متعین تھا، اس کو دیکھ کر آپ نے اپنا رخ قادسیہ اور کوفہ سے ہٹا کر کربلا کی طرف کر دیا، یہاں نزول فرما کر آپ نے اپنے خیمے لگوائے، اس وقت آپ کے ساتھی پینتالیس(۴۵) سوار اور سو(۱۰۰) پیادے تھے۔(۱۰)

تمام تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا پہنچے تو گورنر کوفہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے آپ کے مقابلہ کے لئے بھیجا، عمر بن سعد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے گفتگو کی، متعدد تاریخی روایتیں یہ بتلاتی ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے تین شرطیں رکھیں۔ انہوں نے کہا: ''میری تین شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کرلو: ۱- میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس ہو جانے دو۔ ۲- یا مجھے براہ راست یزید کے پاس چلے جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے سکوں (یعنی بیعت کرلوں) ۳- یا کہو تو سرحدوں کی طرف جہاں میدان جہاد گرم ہے نکل جاؤں۔ (۱۱)

عمر بن سعد نے حضرت حسین کی یہ تجاویز قبول کر کے ابن زیاد کو اطلاع بھیجی مگر وہاں سے جواب آیا کہ نہیں بلکہ انہیں پہلے میرے ہاتھ میں رکھنا ہوگا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، قسم اللہ کی ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ (۱۲)

ابن زیاد کی یہ خواہش تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے لئے پہلے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں پھر وہ اپنے اہتمام سے ان کو یزید کے پاس بھیجے گا۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی شرط کو مسترد کر دیا جس پر لڑائی چھڑ گئی اور اس میں تمام رفقاء حسین شہید ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھی مظلومانہ شہادت کا حادثۂ فاجعہ پیش آ گیا انا للہ وإنا الیہ راجعون. یہ واقعہ دس محرم الحرام ۶۱ھ کا ہے۔ (۱۳)

پانی کی بوند کے لئے ترستا: کربلا کے واقعات بیان کرنے والے اس بات کو بھی بیان کرتے ہیں کہ حسینی قافلہ میدان کربلا میں پانی کی بوند کے لئے ترستا رہ گیا، ان کے لئے پانی بالکل بند کر دیا گیا، بعض تاریخی روایتوں میں پانی کی یہ بندش ۷/ محرم الحرام سے بتائی گئی ہے، لیکن بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ حسینی قافلہ دس محرم کو کربلا پہنچا اور اسی دن آناً فاناً جنگ اور شہادت کا یہ دلدوز واقعہ پیش آیا۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسین کے ساتھیوں نے جنگ سے پہلے غسل کیا اور مشک لگایا۔ نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ میدان کربلا دریائے فرات کے کنارے واقع تھی یہاں پانی زمین کی سطح سے اتنا قریب تھا کہ تھوڑی سی زمین کھودو اور پانی لے لو۔ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے کربلا کے ذیل میں یہ صراحت کی ہے کہ کربلا زمین سرسبز و شاداب تھی، لہذا حسینی قافلہ کا پانی کی بوند کے لئے ترسنا حقیقت نہیں بلکہ افسانہ ہے۔

خواتین کی بے حرمتی: خواتین کی بے حرمتی کے سلسلے میں جو روایتیں موجود ہیں وہ روایت و درایت ہر دو اعتبار سے بالکل نا قابل قبول اور نا قابل اعتبار ہیں۔ اس واقعہ کا راوی حمید بن مسلم ہے جس کے سلسلے میں ائمہ رجال کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ جھوٹا اور افسانہ تراش تھا۔

شہادت حسین اور یزید: ابن زیاد نے حضرت حسین کی شہادت کی خبر اور ان کے اہل خانہ کو ایک آدمی کے ساتھ یزید رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجا، واقعۂ کربلا کی کہانی سننے کے بعد حضرت یزید کی جو کیفیت ہوئی تاریخ میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: واقعے کی خبر سن کر یزید کی آنکھیں بھر آئیں اور انہوں نے کہا: اے ابن زیاد میں تو قتل حسین کے بغیر بھی تم سے

راضی رہتا۔ اللہ ابن سمیہ (ابن زیاد) کو غارت کرے، قسم اللہ کی اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو حسین سے درگزر ہی سے کام لیتا، اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور پھر اس آدمی کو کوئی انعام اور صلہ نہ دیا۔ (۱۴)

نوشتۂ تقدیر: شہادت حسین دراصل یہ نوشتۂ تقدیر تھا جو پورا ہوا، ورنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بزرگ ترین صحابہ نے بیک زبان ہوکر سمجھایا کہ آپ عراق کا قصد نہ کریں، یہ غداروں اور دھوکہ بازوں کی سرزمین ہے، راستہ میں مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملتی ہے اور کوفہ کے لوگوں کی غداری کا پردہ فاش ہو جاتا ہے، پھر بھی آپ واپس نہیں ہوتے، میدان کربلا میں پہنچ کر مصالحت کی بات آتی ہے۔ ممکن تھا کہ اگر حضرت یزید رحمہ اللہ کے دربار میں پہنچ جاتے تو 'صلح حسن' کا نقشہ سامنے آجاتا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، ابن زیاد نے آپ کی تینوں پیش کش رد کر دی اور کاتب تقدیر کے ہاتھوں جو رقم ہو چکا تھا، وہ وجود میں آ کر رہا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے ساتھ یزید کا رویہ: کئی معتبر تاریخی روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے ساتھ نہایت ادب واحترام کا معاملہ کیا، یزید کے محل میں شہادت حسین پر کافی افسوس اور تکلیف کا اظہار کیا گیا۔ حضرت یزید نے ان سے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ لوگ دمشق میں رہنا چاہتے ہوں تو یہاں آپ لوگوں کے لئے میرا دروازہ کھلا ہے۔ آپ کی ساری ضروریات یہاں پوری کی جائیں گی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی جانب سے ہر پیش کش مسترد کر دینے کے بعد حضرت یزید نے انہیں عطیات وتحائف دے کر باعزت مدینہ رخصت کیا اور ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔

واقعۂ کربلا کا تاریخی پس منظر بیان کر لینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں حسین ویزید کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اعتدال پر مبنی رائے پیش کر دی جائے، تاکہ واقعہ کا صحیح رخ سامنے آجائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی مشہور ومعروف کتاب 'منہاج السنۃ' میں رقمطراز ہیں: ''حضرت یزید رحمہ اللہ کے سلسلے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں، ایک کا اعتقاد ہے کہ یزید صحابی بلکہ خلفاء راشدین میں سے بلکہ انبیاء کرام کے قبیل سے تھا۔ اس کے برعکس ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ کافر اور بد باطن منافق تھا، اس کے دل میں بنو ہاشم اور اہل مدینہ سے اپنے ان کافر اعزہ واقارب کا بدلہ لینے کا جذبہ تھا جو جنگ بدر وغیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ کچھ اشعار اس کی دلیل میں اس کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن یہ دونوں اقوال ایسے اور بے بنیاد ہیں کہ ہر سمجھدار اس کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ یزید حقیقت میں مسلمان فرمانروا اور بادشاہانہ خلافت والے خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھا نہ وہ صحابی یا نبی تھا اور نہ ہی کافر ومنافق''۔

آپ حضرت حسین ویزید کے قصے کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''ایک مجہول السند روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے لا کر رکھا گیا تو اس نے آپ کے دندان کو اپنی چھڑی سے ٹھوکا دیا'' یہ روایت نہ صرف یہ کہ از روئے سند ثابت نہیں بلکہ اس کے مضمون ہی میں اس کے جھوٹے

ہونے کا ثبوت ہے۔اس میں جن صحابہ کی موجودگی اس وقت یزید کے پاس بتائی گئی ہے کہ (انہوں نے یزید کی اس حرکت پر ٹوکا تھا) وہ شام میں نہیں بلکہ عراق میں رہتے تھے۔اوراس روایت کے برعکس متعدد لوگوں کی روایت ہے کہ یزید نے نہ قتل حسین کا حکم دیا تھا نہ اس کا یہ مقصد تھا بلکہ وہ تو اپنے والد حضرت معاویہ کی وصیت کے مطابق آپ کا اعزاز واکرام ہی پسند کرتا تھا،البتہ اس کی یہ خواہش تھی کہ آپ اس کی حکومت کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے باز آجائیں اور جو روایتیں بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حسین کے گھرانے کی خواتین کو باندی اور قیدی بنا کر شہر شہر گھمایا گیا تو اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی ہاشمی خاتون کو باندی نہیں بنایا۔عام امت مسلمہ تو کیا خود بنی امیہ میں ہاشمی خواتین کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن جعفر کی بیٹی سے شادی کرلی تھی تو خاندان بنوامیہ اس قدر برہم ہوا کہ دونوں کی علاحدگی کرائے بغیر نہ رہے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو بلاشبہ اسی طرح مظلوم شہید ہوئے جس طرح اور بہت سے صالحین ظالم وقاہر کے ہاتھوں جام شہادت پی چکے تھے۔لاریب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت اور نافرمانی ہے۔اس سے وہ تمام لوگ آلودہ ہیں جنہوں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا یا قتل میں مدد کی یا قتل کو پسند کیا۔شہادت حسین اگرچہ امت کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے لیکن خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں ہرگز مصیبت نہیں، بلکہ شہادت عزت اور علو منزلت ہے۔یہ سعادت بغیر مصائب ومحن میں پڑے حاصل نہیں ہوسکتی، چونکہ نبی کریم ﷺ کے دونوں نواسے (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) گہوارۂ اسلام میں پیدا ہوئے، امن وامان کی گود میں پلے اور ہولناک مصائب سے دور رہے جن کے طوفانوں میں ان کے اہل بیت مردانہ وار تیرتے پھرتے تھے، اس لئے شہداء خوش بخت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لئے انہیں کٹھن مرحلے سے گزرنا ضروری تھا چنانچہ دونوں گزر گئے ایک کو زہر دیا گیا اور دوسرے کو قتل کیا گیا۔(۱۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس وضاحت کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت یزید رحمہ اللہ پر طعن وتشنیع اور سب وشتم کرنا اور انہیں کافر ومنافق قرار دینا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے بلکہ انہیں ایک مومن سمجھ کر ان سے حسن ظن رکھنا اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی بخشش کے لئے اللہ سے دعائیں کرنا ایک مومن اور مسلمان کا فرض ہے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی آپ کی مغفرت کی بشارت دی ہے۔صحیح بخاری کی روایت میں یہ صراحت ہے کہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والے لوگ مغفور ہیں (۱۶) اور مسند احمد میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ ”إن يزيد بن معاوية كان أميرا على الجيش الذي غزا فيه أبو أيوب“ (۱۷) اس لشکر قسطنطنیہ کے امیر جس میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے، یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔اس طرح قدیم تاریخیں بھی اس بات پر متفق ہیں کہ غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر یزید تھے۔جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سوال ہے تو ان کے فضل ومرتبہ کا کوئی بھی مومن انکار نہیں کرسکتا۔البتہ یزید کے خلاف ان کا اقدام ان کی اجتہادی غلطی تھی، پوری امت مسلمہ اور خاص وعام سوائے چند صحابۂ کرام کے یزید کی بیعت میں داخل ہوگئے تھے اور اس سے اس مخالفت کے وقت کسی ایسے ظلم وجور کا صدور نہیں ہوا تھا جو خروج کو جائز قرار دے۔

تمام امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ حضرت حسین ویزید کے مسئلے میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے معتدل راہ اپنائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو پہچاننے کی توفیق دے۔آمین

مراجع ومصادر:

(۱) مجاہد اعظم،از: شاکر حسین،ص:۱۷۸،بحوالہ آئو محرم کی حقیقت تلاش کریں،از: ظہور احمد قریشی،ص:۲۳۔

(۲) تاریخ طبری:۳۳۹/۵، ۳۴۰

(۳) تاریخ طبری:۳۴۱/۵

(۴) تاریخ طبری:۳۵۳/۵

(۵) تاریخ طبری:۳۵۵/۵، ۳۵۶۔البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر:۱۰۲/۸

(۶) الکامل فی التاریخ/ابن کثیر:۲۴/۴،والطبری:۲۶۹/۵

(۷) تاریخ طبری:۳۶۲/۵،وابن اثیر:۲۶۹/۳

(۸) تاریخ طبری:۳۷۵/۵

(۹) تاریخ طبری:۳۸۹/۵

(۱۰) تاریخ طبری:۳۸۹/۵

(۱۱) الاصابۃ:۱۷/۲،وتاریخ طبری:۳۸۹/۵

(۱۲) تاریخ طبری:۳۸۹/۵

(۱۳) البدایۃ والنہایۃ:۷۰/۸،والکامل لابن اثیر:۲۸۳/۳

(۱۴) تاریخ طبری:۴۶۰/۵

(۱۵) دیکھئے:منہاج السنۃ جلد:۴،صفحہ:۵۴۹تا۵۶۰

(۱۶) البخاری،الجہاد(۲۹۲۴)

(۱۷) مسند امام احمد بن حنبل:۴۱۶/۵

☆☆☆

افواہیں پرامن سماج کے لئے ناسور ہیں

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

افواہیں رائی کو پہاڑ بنا کر معاشرے کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں، سماج وسوسائیٹی کی ترقی کے راہ میں سد سکندری بنکر سماج کو کھوکھلا کردیتی ہیں، سرسبز وشاداب چمن اجڑ جاتا ہے، لہلہاتے ہوئے محبتوں کی کھیتیوں میں آگ لگا دیتی ہیں، افواہ سازوں نے نہ جانے کتنے بے قصور لوگوں پر ظلم کیا ہے، صاف دل دوستوں میں فتنے کی آگ بھڑکائی ہے اور کتنے عظیم لوگوں اور اہل علم وفضل پر زیادتی کی ہے۔ ان افواہوں نے کتنے بڑے بڑے جرائم کو جنم دیا، تعلقات کی کشیدگی کا باعث ہوئیں، کئی تہذیبوں اوران کی عظمتوں کا ستیاناس کیا، گھروں اور خاندانوں کو تباہ کیا اور معاشرہ کو برباد کردیا۔

محترم قارئین! افواہیں سماج کو توڑنے معاشرہ میں بدامنی وسراسیمگی بپا کرنے، اشخاص وافراد کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں ممد ومعاون ہیں، جنگ کو بھڑکانے، اختلاف وافتراق کو ہوا دینے، نفسیاتی طور پر جکڑنے کا آلہ ہیں۔ افواہوں کو ہوا دینے اور عام کرنے والے نفسیاتی مریض، ملعون فطرت، کم ہمت، کج فکر، بے راہ، بے مروت، اور دینی اعتبار سے نہایت لاغر وکمزور لوگ ہوتے ہیں ان کی ذلالت ورذالت وخساست وکمینگی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حقد وحسد، بغض ودشمنی عداوت وشیطانیت ان کی آنتوں تک سرایت کرچکی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کے رگوں میں خون بنکر دوڑنے لگتی ہے۔ جب تک کسی کو اذیت نہ پہنچالیں، اور کسی جگہ فساد وبگاڑ نہ پیدا کرلیں تب تک انہیں چین نہیں آتا، فتنہ وشورش بپا کرنا ان کیلئے غذا ہوتا ہے، وہ جنگل کی آگ کی طرح چند لمحوں میں پوری دنیا میں آگ لگا دیتے ہیں، افواہ پھیلانے والا گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے، زہریلے سانپ کی طرح زہر پھینکتا ہے، تشویش ناک خبریں پھیلانے، جھوٹ پرونے، پروپیگنڈہ کرنے، الٹی سیدھی ہانکنے اور لگائی بجھائی میں بڑا ماہر ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام انسانی سماج ومعاشرہ کی شفافیت وپاکیزگی کا خواہاں ایک ایسا خوبصورت دین ہے جو اپنے متبعین کو ہر طرح کی اخلاقی نجاستوں، سماجی برائیوں اور نفس کی خباثتوں سے دور رہنے کی تاکیدی تعلیم دیتا ہے۔ حادثۂ افک اسلامی تاریخ کا ایک بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔ اس واقعہ میں غور وتدبر کرنے کے بہت سارے گوشے ہیں۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ہر خبر سچی نہیں ہوتی، ہر انفارمیشن درست ہو اسکی تو ضمانت نہیں۔ ہر سنانے والے قسمیں کھا کر دکھڑا بیان کرنے والے مظلوم نہیں بسااوقات ظالم ہوتے ہیں۔ قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے، ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ. هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾ (القلم:۱۰-۱۱)

اور ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ﴾ (النساء:۸۳) جانئے کہ معاملہ کیا ہے؟ حقیقت وکنہ، موضع خلاف، نکتۂ اختلاف کو جانے بغیر، عدم تحقیق وتثبت کے کسی بھی خبر افواہ اشاعۃ ودعایۃ کو سچ سمجھنا احمقانہ حرکت ہے، قرآن ہمیں اصول سکھاتا ہے۔ جب بھی کوئی خبر آپ کو پہنچے تحقیق کیجئے معاملے کی تہہ تک جائیے، عقل وخرد کا استعمال کیجیے۔ اہل حل وعقد واہل اختصاص سے جانکاری لیجئے پھر دلائل وحقائق کی روشنی میں مناقشۃ الادلۃ ہوں اس کے بعد کوئی موقف اپنایئے۔ بہتی گنگا میں بغیر مطلب کے مت اشنان کیجئے۔ یا ہر چلتی ٹرین میں بغیر ضرورت کے سوار مت ہوئیے۔

سماج ومعاشرہ میں افواہوں کی کثرت ہے، سڑک چھاپ تام جھام والے اور متعالموں کی بہتات ہے۔ جعلی ونقلی باتوں کے ناقل، ناسخ، لاصق اتنے ہیں کہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ نسخ ولصق وفارورڈ کرنے میں اتنی مہارت حاصل ہے کہ مت پوچھئے۔ حتی کہ ضعیف وموضوع احادیث کو بھی چند لمحوں میں دنیا بھر میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے خبر کیلئے اسناد طلب کیا۔ لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔ اور کہا کہ۔ سموالنا رجالا۔

اسلام نے زبان کی حفاظت کرنے اور اسے اپنے کنٹرول میں رکھنے پر بڑا زور دیا ہے اور افواہ گڑھنے اور پھیلانے پر دردناک عذاب کی وعیدیں سنائی ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ ءَامَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النور:۱۷-۱۹)

بیشک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے۔ ان کو دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے خبریں نقل کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق اور چھان پھٹک کر لینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (الحجرات:۶) ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق وبدکار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، مبادا کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر تم کو اپنے کیے پر نادم وپشیمان ہونا پڑے۔

محاسبہ وجوابدہی: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ انسان اپنے ہر چھوٹے بڑے فعل کا اللہ کے یہاں جوابدہ ہے۔ اور اس پر اس کا حساب لیا جائے گا حتیٰ کہ ایک ایک لفظ پر محاسبہ ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (الاسراء:۳۶)

ترجمہ: اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، بیشک کان آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيد. مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيد﴾ (ق:۱۷-۱۸)۔ کوئی بات اس

بندے کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

افواہ پھیلانا یہود کی سرشت میں ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں کی سرشت میں افواہیں گڑھنا، پروپیگنڈہ کرنا، دعایات واراجیف کا نشتر چلانا حتی کہ انبیاء ورسل کے دعوتی کاز میں رکاوٹ بننا، روکنا، زبردستی کرنا، غدروخیانت کرنا، انبیاء کو قتل تک کردینا ہے۔ یہ بڑی ماکر وسازشی قوم ہے جن کی کل سرمایہ جھوٹ ودروغ گوئی ہے۔ کسی بھی طرح دعوت اسلامیہ کو نقصان پہنچادیں اور میدان دعوت وتبلیغ میں کام کرنے والے لوگوں کی شخصیتوں کو مشکوک وغیر معتبر بنا دیں، علماء وصلحاء کا وقار ختم کردیں انہیں بے اثر بنادیں۔ جب انبیاء ورسل کو انھوں نے نہیں بخشا، وہ بھی ان کی افترا پردازیوں کا شکار ہونے سے نہ بچ سکے۔ انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت کے خلاف انھوں نے کبھی کھلے عام اور کبھی در پردہ کارستانیاں کیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے محض ایک ہی جملے میں ادا کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ﴿فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾ (البقرۃ:۸۷) ترجمہ: تم نے بعض (انبیاء) کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل بھی کرڈالا۔

حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ صدیقہ حضرت مریم کے خلاف ہرزہ سرائی اور بدزبانی کی، اور افواہیں پھیلا کر ان کی کردارکشی کرنے کی کوشش کی، حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف زہر اگلا، اور امام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف نہ کیا، کفار ومنافقین کی افواہ بازیوں ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے واقعہ کو اپنے خبیث ومذموم عزائم کے لیے استعمال کرتے ہوئے باتیں پھیلانا اور مسلمانوں کے خلاف نفسیاتی جنگ کو ہوا دینا شروع کردیا، اور کہنے لگے کہ اسلام کا قصہ اب تمام ہوا، اب اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہے گا، ان کے اس جھوٹ وافواہ کا بعض صحابہ پر بھی اثر ہوا اور وہ لوگ بڑے قلق واضطراب میں مبتلا ہوئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو توفیق وسداد سے نوازا اور انھوں نے امت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اس قلق واضطراب الجھن وپریشانی سے باہر نکالا۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۴۴)

محترم قارئین! ابن الوقتوں، چغل خوروں، پروپیگنڈہ کرنے والوں افواہیں پھیلانے والوں کے سامنے بند باندھنے، بے سروپا خبروں کو رواج دینے اور نشر کرنے والوں کو روکنے اور معصوم وبَری لوگوں کے خلاف جھوٹے الزامات لگانے والوں کی تربیت کرنے کے لئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمھیں تم سے بدترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "المشاؤون بالنميمة، والمفرقون بين الأحبة، الباغون البرآء العنت".

(رواہ أحمد والبيهقي في "شعب الإيمان". امام بوصیری اور علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔ مسند احمد (6/459)

چغلی وغیبت کرنے والے، پیار ومحبت کرنے والوں میں تفریق وبگاڑ پیدا کرنے والے اور بے قصور وبَری لوگوں کیلئے اذیت وتکلیف کا باعث بننے والے۔

محترم قارئین! قصہ مختصر یہ کہ اس وقت افواہوں کی کثرت ہے، دروغ گوئی وکذب بیانی کا سلسلہ جاری ہے، علماء ودعاۃ حق پر ان کی زندگی تنگ کرنے کی کوششیں چل رہی ہیں، ستم در ستم ہے۔مگر دنیا میں وہ کون بزرگ انسان ہے جس کو خدمت دین، دعوت وتبلیغ، حق کی اشاعت کی توفیق ملی، اور اس پر سختیاں نہیں کی گئیں؟ تاریخ کے اوراق الٹے جائیں۔تو از آدم تا ایں دم ہمیں لاتعداد انبیاء واولیاء ریفارمرز مجدد دین اور صلحاء نظر آئیں گے جو حق کی اشاعت کے لیے اٹھے۔دعوت وتبلیغ واصلاح امت کے لئے کھڑے ہوئے، نادان اہل دنیا، جاہل اجڈ وگنواروں نے ان کی مخالفت کی۔انہیں گونا گوں تکلیفیں دیں۔افواہیں پھیلائیں، جھوٹ وکذب کا جال بچھایا ور عداوت و مخاصمت کا زہر یہاں تک پھیلایا کہ ان برگزیدہ ہستیوں کو قتل و ہلاک کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

ہاں لیکن! چنندہ علماء حق کا ممتاز وصف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی ہوں، سازشی اور بلوائیوں کا پورا ٹولہ گرچہ نورا کشتی کے ساتھ حملہ آور ہوجائے، مخالفت میں زمین وآسمان کے قلابے ملا لے، ساری طاقت جھونک دے، آوازیں کسے، بدخلقی وبدتہذیبی کا طوفان بپا کردے، گالیاں دے، تالیاں بجائے، سنگباری وکلوخ اندازی کرے، ہر حربہ اپنائے، چاروں طرف سے مصائب وآلام کا پہاڑ توڑ دے، داعیان دین وسنت کی مخالفت میں سطحیت، سفلیت کے آخری حد کو پہنچ جائے، سب وشتم کرے، اس کی عزت پر حرف لائے، اسے مارنے اور ہلاک کرنے کے درپے ہو جائے، اس کے کام اس کے مشن میں رکاوٹیں ڈالے، اس کو ناکام بنائے شکست دے، اس کے آگے روڑے اٹکائے، رخنہ اندازی کرے۔لیکن وہ ہر حالت میں، عسر اور یسر میں تنگی اور فراخی میں تکلیف اور راحت میں، غم اور خوشی میں **لا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لائم**، کے ارشاد کے مطابق لوگوں کی ہرزہ سرائی، لعنت وملامت، سباب ودشنام سے بے پرواہ ہو کر دین حنیف ملت بیضاء سمحۃ کی خدمت میں لگے رہتے ہیں، منہج حق الصراط المستقیم الذی لا اعوجاج فیہ کی تبلیغ، نشر واشاعت میں لگے رہتے ہیں، وہ سموم وصرصر کے جھونکوں کو جنت الفردوس کی روح افزا ہوا سمجھتے ہیں، وہ رگوں کو یخ کرنے والی سرد آندھیوں کو بہشت کی روح پرور صبا! سمجھ کر جو ڈیوٹی اور ذمہ داری اسلام نے اس پر فرض کیا ہے اسے بحسن وخوبی ادا کرتے رہتے ہیں، اور ہاں،

ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے
اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

معاندین کی سختیوں، مذلوحی حرکات، اور جارحانہ شرارتوں کا جواب علماء حق ہمیشہ صبر وشکیب سے دیتے آئے ہیں، طاقت وقوت کے باوجود اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی کوشش نہیں کیں، **وإن تعفوا هو أقرب للتقوى**، کا اصول اپنایا، ہمارے اسلاف کی زندگی کے مطالعہ سے یہ چیزیں ہمیں بکثرت ملیں گے، زیادہ دور نہیں مناظر اسلام

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی زندگی کا ورقہ پلٹئے، اور ان کی استقامت کو دیکھئے کتنی اذیتیں برداشت کیں غیروں سے زیادہ اپنوں سے، قمر بیگ نامی شخص نے قاتلانہ حملہ کیا تھا پھر بھی آپ نے اس کو معاف کردیا، ایک دفعہ احباب نے مشورہ دیا کہ مبتدع مخالفوں کے خلاف آپ مناسب کاروائی کریں اور پولیس کے ذریعے انہیں عبرتناک سزا دلائیں۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا:

’’جو شخص دینی وقومی خدمات کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہو۔ اسے ہر عدو وخصیم کی مخالفت کا بخندہ پیشانی خیر مقدم کرنا اور مصائب ومشکلات کو خوشی سے جھیلنا چاہئے۔ گھبرانا مضطرب ہونا اور چھچھورا پن دکھانا بزدلوں، کمینوں، رذیلوں اور ناقص الایمان لوگوں کا کام ہے ۔ ہم تو ولاتصعر خدک للناس کے تحت الحکم اعداء سے، بے رخی نہ کریں گے۔ اور خلق ومحبت سے ان کے قلوب کو فتح کریں گے‘‘۔

بھلا جس کو رب سبحانہ نے اپنی توحید کی اشاعت اپنی کتاب کی تبلیغ اپنے دین کی حفاظت اور اپنے رسول کی سنت کے احیاء کے لیے مقرر فرمایا، وہ ان پروپیگنڈوں افواہوں سے کب خوف کھاتا؟ سختیوں اور اذیتوں کو کب خاطر میں لاتا؟ اسے خصیموں کی گالیاں اور تالیاں، خشت بازیاں اور سنگ اندازیاں کب اپنے مقصد سے روک سکتیں۔ وہ تو اعداء کی دشمنی، مخالفوں کی عداوت، مخاصموں کی خصومت سے بے پرواہ ہوکر ادائے فرض میں لگا رہتا ہے، جفا وستم شور وغوغا سے علماء حق نے کبھی نہیں گھبرایا بلکہ،

ستون دار پر رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

افواہوں کی روک تھام کی چند تدابیر:

۱- اسلامی تربیت کرنا، اسلام کے جملہ احکام واوامر کا تعارف کرانا۔ بچپن سے ہی صحیح خطوط وشرعی ضوابط وقوانین پر بچوں کی ذہن سازی کرنا۔ لوگوں کو خوف الٰہی کے ذریعے تربیت نفس کی جائے اور انھیں مختلف معاملات کے بارے میں تحقیق وتفتیش اور بحث وتمحیص کا خوگر بنایا جائے۔ کسی مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ کسی کے پیچھے تابع مہمل بن کر لگ جائے جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مِن حُسنِ إسلامِ المرءِ تركُه ما لا يعنيهِ ۔ بلکہ اسے چاہیے کہ تحقیق کرے، واقعی دلائل و براہین اور عملی شواہد کا مطالبہ کرے، اسی طرح وہ مختلف بلا دلیل دعوے کرنے والوں کا راستہ بند کرسکیں گے جو پس پردہ کام کرتے اور تمام جھوٹی کچی وسچی باتوں کو چباتے رہتے ہیں، اور ہر غیرت مند، احتساب کرنے والے اور مصلح شخص کے خلاف ہرزہ سرائی اور زبان درازی کرتے رہتے ہیں۔ انھیں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ﴿سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ. ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ (آل عمران: ۱۸۱-۱۸۲)

۲- عدل وانصاف کا تقاضا یہ کہ ان دشمنان اسلام کے لانچ کئے ہوئے ویب سائٹس، پروگرامز ویڈیوز آڈیوز کے مشاہدے سے قطعی پرہیز کریں، ذرائع ابلاغ کے مضرات کو سمجھ کر انہیں ایکسپوز کیجئے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ

افواہوں کی جنگ جاری وساری ہے انہیں روکنے کی سخت ضرورت ہے۔

۳- غلط صحبت وقرناء السوء بڑے محرک ہوتے ہیں افواہی ذہن بنانے، صحیح سالم ذہنوں کومختل کرنے اور دماغ کو ماؤف کرنے والے منفی قسم کے ساتھیوں سے دوری بنائے رکھے۔

۴-ہمیں اپنے دین کی نسبت اپنی ذمہ داری سنبھالنی چاہیے کہ علم سیکھیں سکھلائیں اور دعوت واصلاح کا کام کریں، آج دنیا اسلام اور مسلمانوں کی اصل صورت کو دیکھنے اور حقیقی شکل کو سمجھنے کی کتنی ضرورت مند ہے، اور موجودہ دور کے عالمی ذرائع کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا بھرپور تعاون پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو افواہوں کی جنگ سے بچائے، علماء حق کی حفاظت فرمائے، سماج ومعاشرہ میں تمام اسلامی تعلیمات واحکام کو نافذ کرنے اور اسے اپنے زندگی میں لاگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

اللہ اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے، جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو، اللہ اس کی حاجت پوری فرمانے میں لگا ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحم دلی

ابوصالح دل محمد سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

اللہ تعالیٰ نے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پوری دنیا کے لئے سراپا رحمت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ﴾

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شفیق ومہربان اور نرم دل انسان تھے۔ مرد ہو یا عورت، چھوٹے ہوں یا بڑے، اپنے ہوں یا بیگانے، دوست ہوں یا دشمن سبھوں کے ساتھ شفقت ومحبت اور رحم دلی ونرم دلی کا معاملہ فرماتے تھے، کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ساتھ بے جا سختی و سنگ دلی کا برتاؤ نہیں کیا۔ حسن تعامل ومشفقانہ برتاؤ اور خوش مزاجی و وسعت قلبی ہی کا نتیجہ تھا کہ لوگ آپ سے قریب ہوتے تھے دور نہیں بھاگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَ فَٱعۡفُ عَنۡهُمۡ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِ فَإِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُتَوَكِّلِينَ﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ لوگوں کے لیے بہت نرم دل ونرم مزاج واقع ہوئے ہیں، ورنہ آپ اگر بدزبان اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے عفو ودرگزر سے کام لیں، اِن کے حق میں دعائے مغفرت کریں، اور کام کا مشورہ ان سے کریں، پھر جب آپ کا ارادہ پختہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ (آل عمران:159)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ﴾ تحقیق کہ تم لوگوں کے پاس ایک ایسا رسول تشریف لایا ہے جو تمہارے جنس سے (بشر) ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے، تمہاری فلاح و بہبودی اور نفع کے وہ بڑا حریص وخواہش مند ہے، مؤمنوں کے ساتھ وہ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہے۔ (التوبہ:۱۲۸)۔

خادموں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت اور حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ، وَلَا: لِمَ صَنَعْتَ ؟ وَلَا: أَلَّا صَنَعْتَ" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی، لیکن کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اف تک نہیں کہا اور

نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (صحیح بخاری: 6038)۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رحمدلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: "مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خادم کو (صحیح مسلم: 2328)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے جس طرح شفقت ومحبت، رأفت ونرمی اور خیر خواہی ورحم دلی کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے اسی طرح اپنی امت کو اس کی تعلیم بھی دی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ".

رحم کرنے والوں پر رحمٰن (اللہ تعالیٰ) رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا (سنن ابی داوٗد: 4941)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ" اللہ رفیق ونرم دل ہے اور رفق ونرمی کو پسند فرماتا ہے، اور نرم دلی پر جو (نعمتیں) عطا فرماتا ہے، وہ سختی پر نہیں عطاء فرماتا ہے (صحیح مسلم: 2593)۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ونرمی کے نمونے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت اور خیر خواہی ورحمدلی انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط تھی۔ عبادات ومعاملات اور عام حالات زندگی، بڑے چھوٹے، مرد وعورت، اپنے وغیر سبھوں کے ساتھ حتی کہ بے زبان مخلوق کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت اور نرمی ورحم دلی عام تھی۔ درج ذیل سطور میں آپ کی شفقت ومحبت اور خیر خواہی ونرم دلی کے چند نمونے پیش کیے جارہے ہیں -

عبادات میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ونرمی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ" اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم (یعنی واجب قرار) دیتا (صحیح البخاری: 887)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوا" ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ؛ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض قرار دیا ہے لہذا حج کرو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہر سال حج کرنا ہے؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔اس شخص نے تین بار یہی سوال دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا اور تم سے وہ نہ ہو سکتا"۔(صحیح مسلم 1337)۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، خرج من جوف الليل، فصلى فى المسجد، فصلى رجال بصلاته، فاصبح الناس يتحدثون بذلك فاجتمع اكثر منهم، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الليلة الثانية، فصلوا بصلاته، فاصبح الناس يذكرون ذلك، فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة، فخرج فصلوا بصلاته، فلما كانت الليلة الرابعة، عجز المسجد عن اهله، فلم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فطفق رجال منهم، يقولون: الصلاة، فلم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى خرج لصلاة الفجر، فلما قضى الفجر، اقبل على الناس ثم تشهد، فقال: اما بعد، فإنه لم يخف على شانكم الليلة، ولكني خشيت ان تفرض عليكم صلاة الليل، فتعجزوا عنها" ایک رات اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرے سے) نکلے اور مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی اور چند لوگوں (صحابہ کرام) نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، پھر جب صبح ہوئی تو لوگ اس کا ذکر کرنے لگے۔ چنانچہ دوسرے دن اس سے زیادہ تعداد میں لوگ (مسجد میں) جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکلے اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔صبح ہوئی تو لوگ اس کا چرچہ کرنے لگے۔ پھر تیسری رات مسجد میں لوگ جمع ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے نماز ادا کی۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں سے بھر گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکلے۔ پھر لوگ پکارنے لگے نماز، نماز لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرے سے) نہیں نکلے یہاں تک کہ صبح کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پھر جب نماز پڑھ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اپنا رخ کیا اور تشہد پڑھا اور حمد وصلوۃ کے بعد کہا: معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا آج کی رات کا حال مجھ پر پوشیدہ نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تم پر رات کی یہ نماز (تراویح) فرض نہ ہو جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔(صحیح مسلم :1784)۔

اور سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، آپ کی نماز کے ساتھ کچھ اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی، پھر آپ نے آنے والی رات میں بھی نماز پڑھی اور لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تھی، پھر تیسری یا چوتھی رات میں لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلے ہی نہیں، پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: تم نے جو دلچسپی دکھائی اسے میں نے دیکھا، تو تمہاری طرف نکلنے سے مجھے صرف اس بات نے روک دیا کہ کہیں وہ (نماز تراویح) تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے، یہ رمضان کا واقعہ تھا (سنن نسائی :1605)

عام معاملات میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ونرمی:

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ بِهَا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ (اپنی امت پر شفقت ونرمی کرتے ہوئے) ان میں سے آسان چیز کو اختیار فرمایا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت زیادہ دور رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کسی سے کبھی بھی بدلہ نہیں لیا، البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی حرمت کو پامال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محض اللہ کی رضا مندی کے لیے بدلہ لیتے۔ (صحیح البخاری:3560)۔

اللہ کے بندوں کے ساتھ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ونرمی:

(۱) اپنے اہل خانہ کے ساتھ شفقت ونرمی:

کسی بھی شخص کی شفقت ومحبت نرمی ورحم دلی اس کے اپنے اہل خانہ کے ساتھ سلوک ورویہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے لیے دنیا میں سب سے بہتر انسان تھے۔ آپ صلی علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں۔ لیکن کبھی کسی کے ساتھ سختی کا معاملہ اور ناروا سلوک نہیں کیا۔ جیسا کہ آپ کا فرمان ہے

"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي" تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے تم میں سب سے بہتر ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے لیے تم لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ (سنن الترمذی: 3895)۔

(۲) عورتوں کے ساتھ شفقت ونرمی:

بعثت نبوی سے قبل دنیا میں عورتیں ذلت ورسوائی اور محکومیت ومظلومیت کی زندگی سے دوچار تھیں۔ ان کے حقوق سلب کر لیے جاتے تھے۔ عزت وشرافت کی زندگی انہیں نصیب نہیں تھی۔ لیکن آمد اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ان کے حقوق دلائے۔ متعدد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعلق تعلیمات ارشاد فرمائے ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ ؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ" عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کیونکہ انہیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اس کے اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ لہذا اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور

اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی اس لیےتم عورتوں کے بارے میں خیرو بھلائی اوراچھے سلوک کی وصیت قبول کرو۔(صحیح البخاری 3331)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:" أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ" مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جوان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہےاورتم میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جواخلاق میں اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہے۔(سنن الترمذی:1162)۔

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارےاوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:"أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ -أَوِ اكْتَسَبْتَ -وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ" جب تم کھاؤتو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو۔ (سنن أبي داوٗد: 2142)۔

(۳) بچوں کے ساتھ شفقت ونرمی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت زیادہ شفقت ومحبت اورلاڈ پیارفرماتے تھےاوردوسروں کوبھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہےانہوں نے کہا:"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بال بچوں پر شفقت ونرمی کرنے والا کسی کونہیں دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم:2315)

اور ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، و لم يؤقر كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا" وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت ومہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیروعزت نہ کرے۔(سنن ابی داوٗد:4943)۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:"قَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ، مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نےحسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا (اورلاڈ پیارکیا)۔اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا(اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!) میرے دس لڑکے ہیں اورمیں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اورفرمایا: جو اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔(صحیح البخاری:5997)۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک

دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ" اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں (صحیح البخاری:5998)۔

(۴) کمزوروں اور عمر دراز افراد کے ساتھ شفقت و رحمت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور اور عمر دراز طبقہ کے مقام و مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے اور ان کے ساتھ شفقت و نرمی کی تعلیم و ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ؛ فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ" تم لوگ مجھے ضعیفوں اور کمزوروں میں تلاش کرو، بے شک تم لوگ اپنے ضعیفوں اور کمزوروں کی (برکت) سے رزق دیئے جاتے ہو اور مدد کئے جاتے ہو (سنن ابی داود:2594)۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيفَ، وَالسَّقِيمَ، وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ" جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیوں کہ ان میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے ہوتے ہیں، اور جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر جی چاہے نماز کو طویل کرے۔(صحیح البخاری:703)۔

(۵) غلاموں اور خادموں کے ساتھ شفقت و نرمی:

عموماً کسی بھی سماج و معاشرہ میں اور خصوصا اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربی سماج میں غلاموں اور خادموں کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عزت اور مقام و مرتبہ عطا کیا، ان کے حقوق بیان کئے اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت، نرمی و خیر خواہی اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام کو کھانا اور کپڑا دو اور اتنا ہی کام لو جتنی اس کی طاقت و استطاعت ہو۔(صحیح مسلم: 4316)۔

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي: "اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ "فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ. قَالَ: فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ: "اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ، اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ "۔ قَالَ: فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي، فَقَالَ: "اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ أَنَّ اللَّهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ"۔ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا۔ میں اپنے غلام کو کوڑا سے مار رہا تھا، پیچھے سے میں نے ایک آواز سنی: اے ابو مسعود اچھی طرح سے جان لو! چوں کہ میں غصے میں تھا اس لئے کچھ نہیں سمجھ پایا۔ جب وہ آواز میرے قریب پہنچی تو میں نے دیکھا کہ وہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: اے ابو مسعود اچھی طرح سے جان لو! میں نے اپنا کوڑا ہاتھ سے پھینک دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو مسعود! اچھی طرح

سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو۔ میں نے کہا: اب میں کبھی بھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا (صحیح مسلم:1659)۔

اور ایک دوسری روایت میں ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا: "اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ، لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ". فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللَّهِ. فَقَالَ: "أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ"، أَوْ "لَمَسَّتْكَ النَّارُ" میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، اتنے میں میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی اے ابو مسعود! بیشک اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو میں نے مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ آج سے اللہ کے لئے آزاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تجھے جلا دیتی یا تجھ سے لگ جاتی۔ (صحیح مسلم:4308)۔

(۶) کفار ومشرکین کے ساتھ شفقت ونرم دلی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کئے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت اور نرمی وخیرخواہی سے مسلمان تو مسلمان کفار ومشرکین بھی محروم نہ تھے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں: دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكُمْ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَفَهِمْتُهَا، فَقُلْتُ: وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ. قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ". فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ"۔

کچھ یہودی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا السام علیکم۔ (تمہیں موت آئے) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی اور میں نے ان کا جواب دیا وعلیکم السام واللعنۃ۔ (یعنی تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو) انہوں نے کہا کہ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ ٹھہرو! اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور شفقت کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے سنا نہیں ان یہودیوں نے کیا کہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا تھا وعلیکم اور تمہیں بھی (صحیح البخاری:6024)۔

(۷) غلطی کرنے والوں کے ساتھ نبی رحمت کی شفقت ونرمی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی کرنے والوں کی اصلاح مشفقانہ انداز میں فرماتے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامُوا إِلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُزْرِمُوهُ". ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَصُبَّ عَلَيْهِ۔ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوکر پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام ان کی طرف دوڑے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا اس کے پیشاب کو مت روکو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے بھرا ہوا ڈول منگوایا اور پیشاب کی جگہ پر پانی بہادیا گیا۔(صحیح البخاری:6025)۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِمُحَمَّدٍ، وَلَا تَغْفِرْ لِأَحَدٍ مَعَنَا. فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: "لَقَدِ احْتَظَرْتَ وَاسِعًا ". ثُمَّ وَلَّى حَتَّى إِذَا كَانَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَشَجَ يَبُولُ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ بَعْدَ أَنْ فَقِهَ: فَقَامَ إِلَيَّ -بِأَبِي وَأُمِّي -فَلَمْ يُؤَنِّبْ وَلَمْ يَسُبَّ، فَقَالَ: "إِنَّ هَذَا الْمَسْجِدَ لَا يُبَالُ فِيهِ، وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ، وَلِلصَّلَاةِ ". ثُمَّ أَمَرَ بِسَجْلٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُفْرِغَ عَلَى بَوْلِهِ۔ دیہات کا رہنے والا ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے، (دعا کرتے ہوئے) اس دیہاتی نے کہا: اے اللہ! میری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرما، اور ہمارے ساتھ کسی اور کی مغفرت نہ فرما، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: تم نے ایک کشادہ چیز (اللہ کی مغفرت) کو تنگ کردیا، پھر وہ دیہاتی پیٹھ پھیر کر چلا گیا، اور جب مسجد کے ایک گوشہ میں پہنچا تو ٹانگیں پھیلا کر پیشاب کرنے لگا، پھر دین کی سمجھ آجانے کے بعد (یہ قصہ بیان کرتے ہوئے) دیہاتی نے کہا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، مجھے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، (بڑی شفقت سے) صرف یہ فرمایا: یہ مسجد ہے، یہاں پیشاب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ یہ اللہ کے ذکر اور نماز کے لیے بنائی گئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے بھرا ہوا ایک ڈول لانے کا حکم دیا، پھر پانی اس کے پیشاب پر بہادیا گیا۔(سنن النسائی:529)۔

(۸) حیوانات کے ساتھ شفقت ونرم دلی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحم دلی انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے لیے بھی عام تھی۔ آپ علیہ السلام نے جانوروں تک کو بھی اذیت اور تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ" اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لہذا جب تم قتل کرو تو عمدہ اور اچھی طرح سے قتل کرو اور جب تم (کسی جانور کو) ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو اور چاہیئے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے (صحیح مسلم:1955)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا" کسی بھی ذی روح وجاندار کو (تیر وغیرہ سے) نشانہ بنا کر مت مارو۔(صحیح مسلم 1957)۔

☆☆☆

قبر میں میت (مردے) سے کتنے سوال کئے جائیں گے؟

محمد مصطفیٰ کعبی ازہری

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

جب ابن آدم مرجاتا اور اس کی روح نکل جاتی اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ اس وقت آخرت کے سب سے پہلے مرحلے میں ہوتا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور قبر کے متعلق حضرت ہانی مولی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ يَبْكِي حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ، فَقِيلَ لَهُ: تَذْكُرُ الْجَنَّةَ، وَالنَّارَ وَلَا تَبْكِي، وَتَبْكِي مِنْ هَذَا ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ ."قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ ".

ترجمہ: عثمان بن عفان کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی داڑھی بھیگ جاتی تو انہیں کہا جاتا آپ جنت اور جہنم کے ذکر سے نہیں روتے اور اس سے روتے ہیں؟ تو وہ فرماتے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پا گیا تو اس کے لئے باقی منازل آسان ہیں اور اگر اس سے نہ بچ سکا تو اس کے بعد والی اس سے بھی سخت ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ: میں نے کوئی منظر نہیں دیکھا مگر قبر اس سے بھی زیادہ خطرناک اور گھبراہٹ میں ڈالنے والی ہے۔

(إسناده صحيح: رواه الترمذي في سننه: 2308، وابن ماجه في سننه: 4567، والإمام أحمد في مسنده: 454، وصححه الشيخ أحمد شاكر، وحسّنه الألباني في صحيح الجامع: 1684)

اور قبر میں میت (مردے) سے فرشتے کی جانب سے چار سوالات کیئے جاتے ہیں جو اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں اور قبر میں فرشتے کی جانب سے کیئے جانے والے سوالات مندرجہ ذیل ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ ....

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ:
سوال-۱: مَنْ رَبُّكَ ؟ .
جواب:فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ .
سوال-۲: فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ ؟ .
جواب:فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ .
سوال-۳ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ ؟.
جواب: قَالَ: "فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
سوال-۴: فَيَقُولَانِ: وَمَا يُدْرِيكَ ؟.
جواب: فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ".

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر (قبر میں) مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس میت کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں، دونوں اس سے پوچھتے ہیں:
سوال-۱: فرشتے سوال کرتے ہیں تمہارا رب (معبود) کون ہے؟ .
جواب: وہ کہتا (جواب دیتا) ہے: ''میرا رب (معبود) اللہ ہے''.
سوال-۲: پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: ''تمہارا دین کیا ہے''؟
جواب: وہ کہتا (جواب دیتا) ہے: ''میرا دین اسلام ہے''۔
سوال۳-: پھر پوچھتے ہیں: ''یہ آدمی کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا''؟
جواب: وہ کہتا (جواب دیتا) ہے: ''وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔
سوال۴-: پھر وہ دونوں فرشتے اس مردے سے سوال کرتے ہیں: ''تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا''؟
جواب: وہ کہتا (جواب دیتا) ہے: ''میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی''۔

(إسناده صحيح: رواه أبو داود في سننه: 3212و 4753، والنسائي في سننه: 2001، وابن ماجه في سننه: 1549، والإمام أحمد في مسنده: 18575، والحاكم في المستدرك: 107، والصحيح المسند: 250، وصححه الإمام البيهقي في شعب الإيمان: 395، والشيخ شعيب الأرنؤوط في تخريج سير أعلام النبلاء: 18/ 243، ومسند أحمد: 18575، والإمام الألباني في صحيح الترغيب: 3558، و صحيح أبي داود: 4753، وحسنه الامام زبير علی زئی فی تحقيق سنن ابی داود: 4/ 602 ، ومشكاة المصابيح: 131و 1630، وابن حجر العسقلاني في تخريج مشكاة المصابيح: 1/ 116 حسن كما

قال فی المقدمة)

فقہ الحدیث:

عذاب قبر اور ثواب قبر دونوں برحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے۔

قبر میں اخروی و برزخی طور پر سوال و جواب کے وقت اعادۂ روح برحق ہے اور یہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن جس اعادۂ روح کی نفی کرتا ہے وہ دنیاوی اعادہ ہے اور حدیث جس کا اثبات کرتی ہے اس سے مراد برزخی اعادہ ہے۔ دیکھئے: (شرح عقیدہ طحاویہ ص 399، المکتب الاسلامی، طبعہ ثانیہ 1984ء)

شیخ ابن ابی العز الحنفی فرماتے ہیں: "وذهب إلىٰ موجب هذا الحديث جميع أهل السنة والحديث". ترجمہ: تمام اہلِ سنت: اہلِ حدیث اس حدیث (یعنی حدیث براء رضی اللہ عنہ) کے قائل ہیں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص 398)

تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ نجات صرف اسی میں ہے کہ آدمی قران وحدیث اور اجماع پر سلف وصالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کرے اسی منہج پر عقیدے کی بنیاد رکھے اور ساری زندگی تحقیق و عمل میں گزاردے۔

عذاب قبر اسی دنیاوی قبر میں ہوتا ہے جسے زمین پر ارد گرد کے جانور سنتے ہیں۔

اس راویت میں جو آیا ہے کہ پھر وہ اسے ہتھوڑے کی ایک ضرب مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے سوا مشرق و مغرب کے ہر چیز سنتی ہے، پھر وہ مٹی بن جاتا ہے، پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے اس خاص متن میں اعمش کے سماع کی تصریح نہیں ملی، لہٰذا یہ متن مشکوک ہے اور ساری حدیث حسن ہے۔

(اضواء المصابیح فی تحقیق مشکاۃ المصابیح: 131)

خلاصہ کلام: معلوم ہوا کہ قبر میں فرشتے کی جانب سے میت (مردے) سے چار سوالات کیئے جاتے ہیں جس میں پہلا سوال: تیرا رب کون ہے؟، دوسرا سوال: تیرا دین کیا ہے؟، تیسرا سوال: یہ آدمی کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟، چوتھا سوال: تمہیں کیسے معلوم ہوا یعنی تجھے کیسے علم ہوا؟۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو قرآن مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

حدیث المُوتان (قیامت کی چھ نشانیوں والی روایت)

تحریرودراسۃ: عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی (سعودی عرب)

(دوسری قسط)

موضوع بحث حدیث کامتن:

موضوع بحث حدیث کا متن اور اسناد و الفاظ کے قدرے اختلافات احادیث کی کتابوں میں مطولا ومختصرا مختلف انداز میں مذکور ہیں، صحیح بخاری کے اندر جونص ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

عن عوف بن مالك الأشجعي رضى الله عنه قال: أَتَيتُ النَّبيَّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فى غَزْوَة تَبُوكَ وهو فى قُبَّةٍ مِن أَدَمٍ، فَقالَ: " اعْدُدْ سِتًّا بيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِي، ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ المَقْدِسِ، ثُمَّ مُوتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُم كَقُعَاصِ الغَنَمِ، ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ المَالِ حتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِئَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا، ثُمَّ فِتْنَةٌ لا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ العَرَبِ إلَّا دَخَلَتْهُ، ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بيْنَكُمْ وبيْنَ بَنِي الأصْفَرِ، فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا "۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قیامت کی چھ نشانیاں شمار کرلو: میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر ایک (بکثرت موت والی) وبا جوتم میں شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں ایک بیماری پھیل جاتی ہے (جس سے بکریاں مرجاتی ہیں)۔ پھر مال کی کثرت اس درجہ میں ہوگی کہ ایک شخص سو دینار بھی دیا جائے گا تو اس پر بھی وہ ناراض ہوگا۔ پھر فتنہ اتنا تباہ کن (اور عام) ہوگا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آ گیا ہوگا۔ پھر صلح جو تمہارے اور بنی الاصفر (نصارائے روم) کے درمیان ہوگی، لیکن وہ دغا کریں گے اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اس میں اسی (80) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی"۔

روایت میں مذکور چند الفاظ کی وضاحت:

۱- عوف بن مالک بن ابی عوف الاشجعی الغطفانی رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے، جنگ خیبر، جنگ موتہ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے، محدثین صحابہ کرام میں سے تھے فتح مکہ میں قبیلہ اشجع کا علم (جھنڈا) آپ کے پاس تھا۔ شام میں سکونت اختیار کرلیا تھا۔ سنہ 73ھ میں دمشق میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں وفات ہوئی۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء للذھبی:

2/487، اسد الغابۃ: 4/300)۔

۲- یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے موقع سے پیش آیا جو سنہ نو ہجری میں واقع ہوا۔ یہ آخری غزوہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے بنفس نفیس شریک ہوئے۔

۳- غزوۃ: اس جنگی لشکر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ بھی تشریف لے گئے ہوں۔

۴- تبوک: جزیرۂ عرب کے شمال میں واقع دمشق کے راستے میں پڑتا ہے، جو حجاز سے تقریبا 1252 کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، موجودہ وقت میں یہ مملکت سعودی عرب کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔

۵- قُبَّۃ: بعض روایتوں میں "خباء" کا لفظ وارد ہے جس کا معنی ہوتا ہے ہے خیمہ نیز بعض روایتوں میں "خِدْر" کا لفظ ہے، جس کا معنی ہوتا ہے رہائش گاہ کا کمرہ۔ اسی طرح ابن ابی عاصم کی ایک روایت میں "بِناء " کا لفظ بھی وارد ہے۔

۶- مُوتَانٌ: میم کے ضمہ اور واو کے سکون کے ساتھ بروزن بُطْلانٍ اور غفران مصدر ہے: اس کا معنی موت یا کثرت اموات ہوتا ہے۔ (دیکھئے: تاج العروس للزبیدی: 5/105) ۔ بعض اہل لغت نے "موتان " سے مراد ان اموات کو لیا ہے جو کسی بھی وباء میں واقع ہوتی ہیں، جبکہ بعض اہل لغت نے جانوروں اور اموال میں واقع ہونے والی ہلاکتوں اور اموات کے لئے خاص مانا ہے۔ کچھ اہل لغت نے "مَوتان " بفتح المیم بروزن فَعْلان بھی ضبط کیا ہے اور اسے حیوان کا ضد قرار دیا ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں: "الْمُوتَانُ، بِضَمِّ الْمِيمِ: هُوَ الْمَوْتُ، وَبِالْفَتْحِ: هُوَ الْأَرْضُ الَّتِي لَمْ تُحَیَ "۔ "موتان میم کے ضمہ کے ساتھ موت کے معنی میں آتا ہے اور اس کے فتحہ کے ساتھ: وہ زمین جس کی کاشت نہ کی گئی ہو کے معنی میں۔ (دیکھئے: شرح السنۃ: 15/43) ۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ ابن السکن کی روایت میں "موتان" تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: 6/415، ابن السکن کے قول کے لئے دیکھئے: مطالع الأنوار علی صحاح الآثار لابن قرقول متوفی سنہ 569ھ: 4/71)۔ نیز مطالع الانوار کے اندر ہے: "بضم الميم، وهي لغة تميم، وغيرهم يفتحونها، وهو اسم للطاعون والموت، وكذلك المُوات"۔ "موتان ": میم کے ضمہ کے ساتھ بنو تمیم کی لغت ہے، ان کے علاوہ کچھ لوگ فتحہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں یہ طاعون اور موت کا نام ہے اسی طرح موات بھی اسی معنی میں ہے "۔ (مطالع الأنوار علی صحاح الآثار: 4/ 70)۔ اسی طرح مَوتان (فتحہ کے ساتھ) ان اموات کو بھی کہتے ہیں جو چوپایوں میں واقع ہوں۔ (دیکھئے: المعجم الوسیط، معجم متن اللغۃ، اور مختار الصحاح وغیرہ)۔

۷- قُعَاصِ الْغَنَمِ: ایسی بیماری جو بکریوں کو لاحق ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی ناک بہنے لگتی ہے اور اچانک اس کی موت ہوجاتی ہے۔ (لسان العرب لابن منظور: 7 / 78)۔ ابن منظور قعص کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قعص: القَعْصُ والقَعَصُ: القَتْلُ المُعَجَّل، والقَعْصُ: المَوْت

الـوَحِـيّ يُقَالُ: مَـاتَ فُلَانٌ قَـعْـصـاً إذا أصابته ضَـرْبَةٌ أو رَمْيَةٌ فَـمَـاتَ مكـانَه. والإقْعاصُ: أن تضربَ الشَّيْءَ أو ترْمِيَه فَيَمُوتَ مكانه .وضرَبَه فـأَقْعَصَه أي قتله مَكَانَهُ "۔ "القَعْصُ والقَعَصُ کا معنی جلد قتل کردینا ہے، اورالقَعَصُ کا معنی فورا موت واقع ہوجانا ہے، کسی کو جب چوٹ لگتی ہے یا تیر لگتا ہے اوراسی جگہ اس کی موت ہوجاتی ہے تو اسے "مات فلان قعصا "یعنی فلاں وہیں پر مرگیا کہا جاتا ہے، اورإقْعاصُ کہتے ہیں کسی کو مارو تو وہ وہیں مرجائے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو مارا اور وہیں پر مارڈالا"(دیکھئے: لسان العرب لابن منظور: 7 / 78 ، نیز دیکھئے: الصحاح للجوھری: مادۃ قعص)۔

کچھ اہل لغت قعاص کا معنی لکھتے ہیں کہ یہ ایسی بیماری ہے جو سینے کے اندر ہوتی ہے، جب بکری دودھ دوہنے نہ دے، تو ایسے موقع سے کہا جاتا ہے: "قَعِصَتِ الشَّاۃُ"۔ النہایۃ فی غریب الحدیث: 4/88، وفتح الباری: 6 / 278)۔بعض علماء نے اس بیماری کو بکریوں کا طاعون قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اور کچھ روایتوں میں "قعاص "کے بجائے "عقاص "مذکور ہے۔ جب جانور اڑیل پن اور ہٹ دکھاتا ہے تو کہا جاتا ہے:"عَقِصَ الدَّابۃُ علی صاحبھا ."(دیکھئے: معجم المعانی اور لغت کی دیگر کتابیں)۔بعض روایتوں میں لفظ "نعاس الغنم "مذکور ہے جس کا معنی اونگھ اور حواس میں فتور کا ہونا ہے۔ (دیکھئے: تاج العروس، لسان العرب اور لغت کی دوسری کتابیں)۔

۸- ہدنۃ: کہتے ہیں: جنگ کے لئے نکلنے کے بعد یا دوران جنگ متعین مدت کے لئے جنگ بندی کرنا یا صلح کرنا۔(دیکھئے: معجم المعانی اور لغت کی دوسری کتابیں)۔

۹- بَنِی الأَصْفَرِ: سے مراد اہل روم ہیں، معجم البلدان کے اندر ہے کہ روم ایک وسیع خطے میں واقع پہاڑ کی طرف منسوب ہے۔ ان کے بے تحاشہ گورے پن کی وجہ سے ان کو بنو اصفر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جب زیادہ گوراپن آجاتا ہے تو اس کے اندر پیلا پن آجاتا ہے۔ ان کے حدود مشرق وشمال میں ترکی اور روس اور جنوب میں شام واسکندریہ اور مغرب میں اندلس اور سمندر تک پھیلے ہوئے تھے۔(دیکھئے: معجم البلدان: 3 / 98 - 97)۔مزید تفصیل ان شاء اللہ آگے آئیگی۔

۱۰- غایۃ: بعض روایتوں میں "رایۃ "اور بعض روایتوں میں "غابۃ" ہے اور تینوں سے مراد علم اور جھنڈا ہے۔ جھنڈا کو غایۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے متبعین کی پناہ گاہ یا غایت اور ارادہ وہی ہوتا ہے، جہاں رک جائے فوج وہیں رک جاتی ہے، اور جب آگے بڑھتا ہے تو فوج اس کے ساتھ ہی حرکت کرنے لگتی ہے۔ امام خطابی کے بقول غابۃ یعنی غیضۃ ان جھنڈوں کے لئے استعارۃ استعمال ہوا ہے جو سربراہان فوج کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔(دیکھئے: فتح الباری: 6/416) ۔اور غریب الحدیث کے اندر ہے: "مَن قَالَهَا بِالْبَاء فَإِنّهُ يُرِيد الأجمة شبه كَثْرَة الـرماح بهَا وَمن قَالَ: غَـايَة فَـإِنَّهُ يُرِيد الـرَّايَة "۔"جس نے باء کے ساتھ "غابۃ " کہا ہے اس سے مراد غیر کاشت والے گھنے جنگلات اور جھاڑیاں ہیں انہیں نیزوں کی کثرت کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور غایۃ

سے مراد جھنڈا ہے"۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں "بند " کا لفظ ہے، جس کا معنی "العلم الکبیر" بڑا جھنڈا ہے۔اسی طرح ابن حماد کی ایک ضعیف السند روایت کے اندر "غیایۃ " کا لفظ ہے(دیکھئے: (الفتن لنعیم بن حماد/ 1165، جمع الجوامع للسیوطی: 15/ 238 رقم/13515)۔ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری نے ذکر کیا ہے کہ اسے تین طرح سے روایت کیا گیا ہے، "غیایۃ" "غابۃ "اور" غابۃ "۔ (دیکھئے: تاریخ مدینۃ دمشق: 1/ 335 مختصرا)۔

۱۱- سَاخِط: کا معنی ناراضگی، ناگواری اور غصہ کا ہوتا ہے۔

۱۲- اس میں اسی(80)) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی، یعنی رومی نو لاکھ ساٹھ ہزار فوج سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔

حدیث کو روایت کرنیوالے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین:

اس روایت کے مشہور راوی عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان کی یہ روایت صحاح وسنن میں مذکور ہے خاص طور سے صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود(مختصرا) کے اندر ہے، اسی طرح مفصلا اور مختصرا بعض دیگر کتب روایات میں بھی موجود ہے، اس کے علاوہ یہ روایت مختلف الفاظ وسند کے ساتھ میرے علم کی حد تک عبداللہ بن عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔ جن محدثین نے زیر بحث روایت کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اس کے لئے مختلف کتب، ابواب اور عناوین کا نام دیا ہے، خاص طور سے امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر: کِتَاب الْجِزْيَةِ والموادعۃ (جزیہ اور صلح یا معینہ مدت کیلئے جنگ بندی کا بیان) کے اندر بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ۔(باب: دغابازی کرنا کیسا گناہ ہے؟)۔کے تحت ذکر کیا ہے۔

نوٹ: چونکہ اس روایت میں اہل روم کی صلح اور پھر ان کی دغا اور عہد شکنی کا ذکر ہے، اور اللہ تعالی نے کسی بھی حالت میں دغا اور عہد شکنی سے منع کیا ہے، اس لئے امام بخاری نے ترجمۃ الباب کے تحت اس روایت سے قبل سورۃ الانفال کی آیت(وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ)۔(الانفال/62) (اگر یہ دغابازی کریں گے تو اللہ تجھے کافی ہے)۔کا ذکر کیا ہے۔

امام بخاری کے علاوہ بھی محدثین اور مؤلفین نے اپنی کتابوں میں فتن وملاحم سے متعلق مختلف ابواب کے تحت ذکر کیا ہے، جن کا ذکر روایت کی تخریج کے ضمن میں آرہا ہے۔

روایت کی تخریج اور کچھ اہم امور:

ذیل میں ہم اس روایت کے مختلف الفاظ اور اسناد وطرق کا ذکر کررہے ہیں، کوشش ہوگی کہ جس محدث نے ان کو ذکر کیا ہے اسے بیان کردیا جائے۔واضح رہے کہ روایات کے احصاء کے ساتھ ضعیف یا معلل روایتوں کا رد مقصود نہیں ہے، چونکہ یہ حدیث صحیح بخاری کے اندر موجود ہے، اس لئے اس کی صحت پر کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ

جاتی ہے۔

اس ایک حدیث کی متعدد اسناد وطرق پر غور کر کے آپ دیکھیں گے کہ محدثین نے روایتوں کے بیان کرنے کے لئے کس قدر محنت جانفشانی سے کام لیا ہے اور کس طرح اسماء رجال اور جرح وتعدیل کے فن میں اپنی گراں قدر خدمات پیش کی ہیں۔ شکر الله جهدهم و أثابهم يوم القيامة ويرحمهم ويغفر لهم۔

مذکورہ روایت سے متعلق تخریج وتعلیق ایک علمی بحث ہے، اس لئے علماء محدثین کی تحقیق کے تناظر میں اس کے مختلف طرق پر بحث ونقد برائے استفادہ وافادہ ہے، ورنہ صحیح بخاری میں اس کی تخریج ہی اس کی صحت کے لئے کافی وشافی ہے، ذیل میں ہم اپنے علم کے مطابق اس کی تخریج ومصادر سے متعلق چند باتیں رکھ رہے ہیں۔ واللہ ھوالھادی الی سواء السبیل:

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت:

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کی تخریج وتوثیق کئی محدثین نے اپنی کتابوں کے اندر اپنے اپنے طرق سے کی ہے، ذیل میں ہم ان مصادر کا اور ان کی مذکور روایتوں میں بعض الفاظ کے اختلاف واضافہ کا مختصرا ذکر کر رہے ہیں:

- الإمام البخاری: (صحیح البخاری/ 3176) ۔
- الإمام البغوی: (شرح السنۃ/ 4248) ۔
- الإمام ابن ماجۃ: سنن ابن ماجۃ/ 4042۔ اس کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بات سن کر عوف بن مالک رضی اللہ عنہ غمزدہ ہو گئے، انہوں نے کہا: "فوجمتُ عندَها وجمةً شَديدةً "۔"میں یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سن کر مجھے غم وتکلیف نے گھیر لیا")۔

نیز ان الفاظ کا اضافہ دلائل النبوۃ: 6 / 383، صحیح ابن حبان: 15 / 66، الآحاد والمثانی / 1286، المعجم الکبیر: 18/66، اور مسند الشامیین / 212 کی بعض روایتوں کے اندر بھی ہے۔ نیز اس کے اندر ہے: "ثمَّ داءٌ يظهرُ فيكُم يستشهدُ اللَّهُ بهِ ذراريَّكم، وأنفسَكُم، ويزَكِّي بهِ أعمالَكم"۔"پھر ایک بیماری ہے جو تم میں ظاہر ہوگی اس کے ذریعہ اللہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو شہید کر دے گا، اور اس کے ذریعہ تمہارے اعمال کو پاک کرے گا"۔

دلائل النبوۃ کی بعض روایتوں میں "ويزَكِّي بهِ أموالَكم" کا لفظ ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اسی طرح اس کے اندر "بیت من العرب" کی بجائے "بیتُ مسلمٍ" کے الفاظ ہیں۔ امام ابن ماجہ نے سنن/ 4095 کے اندر اس روایت کو مختصرا ذکر کیا ہے)۔ ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کی سند کو علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح سنن ابن ماجہ/ 3283) ۔

- الإمام الطبرانی: امام طبرانی نے اسے اپنی مختلف تصنیفات میں مختلف طرق سے ذکر کیا ہے:

(دیکھئے: المعجم الکبیر: 18/ 40-41 رقم/ 70)

طبرانی کی اس روایت میں "کقعاص الغنم" کی جگہ "کنعاس الغنم" کا لفظ مذکور ہے۔ نیز بعض نسخوں میں "یسخطها" کی جگہ "الراجیان" ہے، جس کا معنی ہے کہ "وہ

سودینار کو کم اور حقیر سمجھتے ہوئے کچھ زیادہ کی امید لگائے گا"۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:امام طبرانی نے اپنی سند میں عبداللہ بن العلاء اور بسر بن عبیداللہ کے درمیان زید بن واقد کا اضافہ کیا ہے جو "المزید من متصل الأسانید" کے قبیل سے ہے۔(دیکھئے: فتح الباری: 6/277)۔("المزید من متصل الأسانید "ظاہری متصل سند کے درمیان میں کسی راوی کے اضافہ کو کہتے ہیں ۔اس موضوع سے متعلق سب سے مشہور کتاب امام خطیب بغدادی کی " تمییز المزید فی متصل الأسانید "ہے)۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر للطبرانی: 18/ 42 رقم/72، اور: مسند الشامیین/ 934، اس روایت کے اندر "قعاص الغنم" کی جگہ "مثل عقاص الغنم" کا لفظ ہے۔اس روایت میں مسلمانوں کی جائے قیام یا پڑاؤ کے بارے میں ہے: "فسطاط المسلمین یومئذ فی أرض یقال لها الغوطة فی مدینة یقال لها دمشق"۔ "مسلمانوں کا پڑاؤ ان دنوں غوطہ نامی مقام پہ ہوگا جو دمشق نامی شہر میں ہوگا"،جبکہ مسند احمد: 6 / 25 اور تاریخ دمشق لابن عساکر: 1/ 233 ، 234 کی روایت میں "فسطاط المسلمین یومئذ فی أرض یقال لها الغوطة فیها مدینة یقال لها دمشق"۔یعنی "مسلمانوں کا پڑاؤ ان دنوں غوطہ نامی مقام پہ ہوگا جس کے اندر دمشق نامی شہر ہے" کے الفاظ ہیں۔(فسطاطُ: فاء کو ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، فسطاط اس شہر کو کہتے ہیں جہاں لوگوں کا مجتمع ہو، چنانچہ ہر شہر فسطاط ہے، اسی طرح بڑے خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں۔(دیکھئے: المعجم الوسیط/ ص 688، والنھایة فی غریب الاثر: 3 /445)۔

(نیز دیکھئے: مسند الشامیین/ 1205 ، اس کی سند میں محمد بن عبید بن آدم بن أبی إیاس ضعیف الحدیث، کثیر الغلط ہیں،امام ذہبی نے لکھا ہے:"تفرد بخبر باطل"۔"یہ خبر باطل کے ساتھ منفرد ہیں"۔(دیکھئے: لسان المیزان: 5/ 276 رقم/ 949،إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شیوخ الطبرانی/ص 586رقم/956۔

نیز محمد بن ابی السری متوکل بن عبدالرحمٰن بن حسان العسقلانی القرشی الھاشمی ہیں،جنہیں امام جرجانی نے کثیر الغلط اور ابوحاتم الرازی نے لین الحدیث قرار دیا ہے، ابن حبان کہتے ہیں کہ: یہ حفاظ میں سے تھے،امام حاکم، امام ذہبی، حافظ ابن حجر اور امام یحیی بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔(سیر أعلام النبلاء: 11/161 تھذیب الکمال: 26/355)۔

(نیز دیکھئے:المعجم الکبیر: 18/ 42 - 41 رقم/ 71 ومسند الشامیین/ 807و3542) ،اس روایت کے اندر "وفتنة تکون فیھا موتان العرب وھو داء" کے الفاظ مذکور ہیں،جس سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ فتنہ اور کثرت اموات دونوں ایک ہیں، جبکہ دیگر روایتوں میں دونوں کو الگ الگ ذکر وشمار کیا گیا ہے۔اس کی سند میں ابواسحاق ابراہیم بن العلاء بن زبر الدمشقی ہیں،امام نسائی نے انہیں"غیر ثقہ" قرار دیا ہے۔(دیکھئے:مختصر تاریخ دمشق لابن منظور: 4 /71 ، التاریخ الکبیر للبخاری: 1 / 304،الجرح والتعدیل للرازی: 2/109)۔

(نیز دیکھئے: المعجم الاوسط: 1/ 23 - 22 رقم/58)، (نیز دیکھئے: مسند الشامیین/ 3527)، مسند الشامیین کی روایت میں "دخلت" کی جگہ "فلماجلست " کا لفظ ہے۔اسی طرح "مثلہا " کے بعد لفظ "قط " کا اضافہ ہے۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر: 18 / 81 - 80 رقم/150) ۔اس کی سند میں طالب بن قرۃ الاذنی، مجہول الحال ہیں۔

(نیز دیکھئے: مسندالشامیین/212،اس کی سند میں اسحاق بن زریق الراسی الرسعنی راس العین (سوریا) کی طرف منسوب مجہول الحال ہیں، ابن حبان نے انہیں الثقات میں ذکر کیا ہے۔(الفرائد علی مجمع الزوائد ترجمة الرواة الذین لم یعرفہم الحافظ الہیثمی: 1 / 45 والثقات: 121/8)۔نیز اس کے اندر ابومحمد عثمان بن عبدالرحمٰن بن مسلم الطرائفی الحرانی مولی منصور بن محمد بن مروان ومولی بنی تیم ہیں، ان کی کنیت مختلف بیان کی جاتی ہے جیسے: ابوعبداللہ، ابوعبدالرحمٰن، ابومحمد اور ابوہاشم، یہ ضعیف الحدیث ہیں مجہول رواۃ سے منکر روایتیں بیان کرتے تھے، یحیی بن معین نے انہیں صدوق کہا ہے۔سنہ 202ھ میں وفات ہوئی اور ایک قول کے مطابق 203ھ میں۔(سیر اعلام النبلاء: 9/ 426 ،تھذیب التھذیب: 7/134)۔

نیز دیکھئے: مسندالشامیین/ 690، اس روایت میں کئی غلطیاں ہیں اول: صرف پانچ علامتوں کا ذکر ہے، کثرت اموات کا ذکر نہیں ہے۔دوم: رومی فوجوں کی تعداد کا ذکر صلح کے وقت کا ہے، جبکہ دیگر روایتوں میں صلح توڑنے کے بعد جب رومی جنگ کے لئے اکٹھے ہوں گے اس وقت کا ذکر ہے۔سوم: اسی جھنڈوں کے ماتحت اسی ہزار فوج کا ذکر ہے، جبکہ صحیح بارہ ہزار فوج ہے۔)۔

(نیز دیکھئے: مسندالشامیین/ 934)۔(اور دیکھئے: مسندالشامیین/ 788، اس روایت میں "صلح " کی جگہ "فتنہ " ہے جو کہ بظاہر خطأ ہے، ابن ابی عاصم (الآحاد والمثانی/ 1286) کی روایت میں بھی لفظ فتنہ ہے۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر: 18/ 55 - 54 رقم/98) ، اس کے الفاظ میں ہے "وَالْـخَـامِسَةُ: فِتْـنَةٌ تَـكُـونُ بَيْـنَـكُـمْ فَـلا يَبْـقَـى فِيـكُمْ بَيْتُ مَدَرٍ وَلا وَبَرٍ إِلا دَخَـلَتْهُ "۔(مَدَر(:سخت مٹی کو کہتے ہیں،یعنی پکے مکانات اور(وَبَر (:اون اور بال کو کہتے ہیں یعنی اون یا بال سے بنے خیمے)۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر:18/ 64 رقم/ 119)، اس کی سند میں ابراہیم بن محمد بن الحارث بن محمد بن عبدالرحمٰن بن عرق الیحصبی الحمصی، مجہول الحال ہیں۔(دیکھئے: کتاب إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شیوخ الطبرانی /ص 70)۔

(نیز دیکھئے: المعجم الکبیر: 18/ 66 رقم/122)۔ اس روایت میں "فتح بیت المقدس " کی جگہ "فتح إیلیا" ہے۔(شہر بیت المقدس کا نام ایلیا ہے۔إیلیا: بروزن فِعِلاء دوسری یا کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، دیکھئے تہذیب اللغۃ 208 /5 والمخصص 4/ 130 ولسان العرب 40 /11۔ایلیا کا ایک معنی اللہ کا گھر ہے (دیکھئے: معجم البلدان: 1/293) بعض

تاریخی روایتوں کے مطابق بیت المقدس کے شہر کا نام "اِیلیا "رومن بادشاہ ہیڈریان Hadrian)) نے اپنے جد امجد ایلیا کیپٹولینا Aelia Capitolina)) کے نام پر رکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ بعد میں قدیم شہر کا وجود مٹ گیا، جس طرح اس کا نام بدلا آبادی بھی بدلتی گئی۔ اس کے نام کے سلسلے میں ایک روایت ہے، کعب کہتے ہیں کہ: "لا تُسَمُّوا بيت المقدس إيلياء ولكن سموه باسمه؛ فإن إيلياء امرأة بنت المدينة ". "بیت المقدس کو ایلیاء مت کہو بلکہ اس کے نام سے پکارو کیونکہ ایلیاء شہر کی ایک عورت کا نام تھا "(معجم البلدان للحموی: 5 / 167)۔ احادیث نبویہ میں بھی کئی جگہوں پر لفظ "ایلیاء " کا ذکر ملتا ہے، مثلاً: صحیح مسلم 1397)) کے اندر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّمـا يُسافَرُ إلى ثلاثةِ مساجدَ: مَسجِدِ الكَعْبَةِ، ومسجدى، ومسجدِ إِيلِيَاءَ "۔" (عبادت کی غرض سے) تین مسجدوں کی طرف سفر کیا جائیگا مسجد کعبہ اور میری مسجد اور مسجد ایلیاء"۔

عرب مسلمانوں نے اس شہر کا نام "ایلیاء " سے بدل کر "بیت المقدس" "القدس" "دارالسلام" "اور مدینۃ السلام "رکھ دیا، ان میں "بیت المقدس "سب سے مشہور ہے۔

اپنی اس روایت کو امام طبرانی نے اپنے شیخ محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے۔ امام طبرانی کے شیوخ میں محمد بن اسحاق نامی شیخ پر میری واقفیت نہیں ہوسکی ہے اور نہ ہی ابراہیم بن العلاء کے تلامذہ میں کوئی اس نام کا ملا، البتہ عمرو بن اسحاق کا نام موجود ہے، جن کے سلسلے میں امام البانی کہتے ہیں: "لم أعرفه، وقد أخرج له الطبراني في "الصغير "حديثا، وأربعة في "الأوسط "، وأكثر عنه في "مسند الشاميين "، فلعله من ثقات شيوخ الطبراني، ولعله لذلك لم يورده الذهبي في "الميزان -"والله أعلم -، وذكره المزي في "تهذيبه"۔ "میں انہیں نہیں جانتا، امام طبرانی نے "صغیر "کے اندر ان کی ایک حدیث تخریج کی ہے، اور "اوسط "کے اندر چار حدیثیں اور "مسند شامیین "کے اندر کثرت سے ان کی روایتیں بیان کی ہے، شاید یہ طبرانی کے ثقات مشائخ میں سے ہیں اور شاید اس لئے بھی کہ امام ذہبی نے -واللہ اعلم -میزان کے اندران کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔، اور امام مزی نے "تھذیب "کے اندران کا ذکر کیا ہے"۔

نیز لکھتے ہیں: "لم أجد له ترجمة، وقد يكون في "تاريخ دمشق "لابن عساكر، فليراجع، والمقصود أنه ليس فيهما أى شيخي الطبراني ذو ثقة "۔" مجھے ان کا ترجمہ نہیں ملا ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں ہوسکتے ہیں اس کا مراجعہ کرنا چاہئے، مطلب کہ ان دونوں کے اندر -یعنی طبرانی کے دونوں شیوخ میں - کوئی ثقہ نہیں ہے"۔ (مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: تکملۃ الإکمال: 3 / 8، المختارۃ: 3 / 133 ، 244و 9/81، الأنساب: 146 /3، الصحیحۃ: 4/546 و 6/ 219، 531 وتہذیب الکمال:24/484)۔

نوٹ: امام طبرانی کی ان سے کثرت روایت ان کی

توثیق اور رفع جہالت کو مستلزم نہیں ہے، جیسا کہ علماء رجال لکھتے ہیں۔ (دیکھئے: إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شیوخ الطبرانی/ص 452)۔

نیز دیکھئے: مسند الشامیین/ 788۔ اس روایت میں "صلح" کی جگہ "فتنہ" ہے جو کہ بظاہر خطا ہے ابن ابی عاصم (الآحاد والمثانی/ 1286) کی روایت میں بھی فتنہ ہے، جس سے مراد جنگ ہے۔

- الإمام أبو نعیم الأصبهانی 336ھ 430 -:

(دیکھئے: الحلیۃ: 129 - 128 /5)۔ ابونعیم فرماتے ہیں: " مَشْهُورٌ ثَابِتٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عَوْفٍ، لَمْ نَكْتُبْهُ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ "۔"ابوادریس کی روایت سے مشہور ثابت ہے جوانہوں نے عوف سے روایت کیاہے، زید بن واقد کی حدیث کو ہم نے صرف اسی سند سے لکھا ہے"۔(نیز دیکھئے: معرفۃ الصحابۃ/ 5519، ابونعیم کہتے ہیں: وَمِمَّنْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَوْفٍ مِنَ الشَّامِيِّينَ وَ الْعِرَاقِيِّينَ: أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، وَجُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ، وَضَمْرَةُ بْنُ حَبِيبٍ، وَجُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الدَّيْلَمِيِّ، وَعَلِيُّ الْعُقَيْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ، وَالشَّعْبِيُّ ۔اس حدیث کو شام اور عراق والوں میں سے جن لوگوں نے روایت کیا ہے وہ ہیں: ابوادریس خولانی، جبیر بن نفیر، ضمرۃ بن حبیب اور جبیر بن نفیر اپنے والد سے وہ عوف بن مالک سے۔اسی طرح عبداللہ بن الدیلمی، علی العقیلی، محمد بن ابی محمد اور شعبی۔

- الإمام محمد بن إسحاق بن محمد بن یحیی بن مَنْدَہ العبدی ت ۳۹۵ھ:

(دیکھئے: کتاب الایمان/ 998، 999)، امام ابن مندہ لکھتے ہیں": "هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ عَلَى رَسْمِ الْجَمَاعَةِ .رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَغَيْرُهُ، عَنِ ابْنِ زَبْرٍ .وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيُّ، عَنْ مَكْحُولٍ. وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ ثِقَةٌ حَدَّثَ مِنْ كِتَابِ أَبِيهِ، رَوَى عَنْهُ ابْنُ عَوْفٍ، وَأَبُو زُرْعَةَ، وَيَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ" ۔"یہ سند محدثین کی جماعت کے نہج پر صحیح ہے، اسے ولید بن مسلم وغیرہ نے ابن زبر سے روایت کیا ہے، اور یحیی بن ابی عمرو السیبانی نے مکحول سے اور ابراہیم بن عبداللہ بن العلاء ثقہ ہیں انہوں نے اپنے والد کی کتاب سے روایت کیا ہے اور ان سے ابن عوف، ابوزرعۃ اور یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے"۔

فائدہ: امام ابن مندہ جب کسی حدیث پر حکم لگاتے ہوئے جماعت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد شیخین (امام بخاری اور امام مسلم) میں سے کسی ایک کے ساتھ اصحاب سنن ہوتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب "شروط الائمہ کے اندر امام ابن ماجہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ (دیکھئے: شروط الائمہ لابن مندہ: ص 80-68)۔

(نیز دیکھئے: رقم/ 1000)، ابن مندہ کی اس روایت میں اور اسی طرح امام طبرانی کی مسند الشامیین (رقم/ 934) کی ایک روایت میں "وَالرَّابِعَةُ فِتْنَةٌ

تَـکُـونُ فِی أُمَّتِی "کے بعد "وَعَـظَّمَهَا "(یعنی آپ نے اس فتنے کو بڑا کہا) کا اضافہ ہے۔اور کچھ لوگوں نے "وعـظُمِها "(عین کے کسرہ اور ظاء کے فتحہ کے ساتھ) "اُمتی "پرعطف کرکے بھی ضبط کیا ہے۔) اس سند کے بارے میں ابن مندہ لکھتے ہیں: "رَوَاهُ أَبُـو الْـمُغِيـرَةِ، وَبَـقِيَّةُ وَغَيْـرُهُـمَـا، عَنْ صَفْوَانَ .هَـذَا إِسْـنَادٌ صَحِيحٌ أَخْـرَجَ مُسْـلِمٌ بِهَـذَا الْـإِسْنَـادِ حَدِيثَ السَّـلَبِ لِلْقَاتِلِ "۔ "ابوالمغیرہ اور بقیہ وغیرہ نے اسے صفوان سے روایت کیا ہے، یہ سند صحیح ہے، امام مسلم نے اسی سند سے قتل کرنے والے کا مستحق سلب ہونے والی حدیث ذکر کی ہے"۔

- الإمام أبوداود:

(دیکھئے:سنن ابی داود، 5000،5001(مختصرا)

امام ابوداود نے اس روایت کو نہایت ہی اختصار کیساتھ "فقلت: أکلی یا رسول اللہ !قال:" کلک "فدخلت" تک ذکرکیا ہے۔(نوٹ: امام ابوداود نے چونکہ اس روایت کو مزاح کے باب میں ذکرکیا ہے اس لئے روایت کے اس حصے کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جو مزاح پر مشتمل ہے، جس میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے خیمے میں گھسنے سے متعلق استفسار کا بیان ہے کہ:"خیمے میں تھوڑا اندر آؤں یا پورا۔۔۔۔۔۔۔) ،امام ابوداود نے اس روایت کی وضاحت کے لئے اسی باب میں عن صفوان بن صالح، عن الولید، عن عثمان بن ابی العاتکہ اس کی تصریح نقل کی ہے، عثمان کہتے ہیں کہ:"انہوں نے جو یہ پوچھا کہ کیا پورے طور پر اندر آجاؤں تو اس وجہ سے کہ خیمہ چھوٹا تھا "اس کی سند کو علامہ البانی نے ضعیف الاسناد اور مقطوع قرار دیا ہے۔اس کی سند میں عثمان بن ابی العاتکہ ابوحفص عثمان بن سلیمان الازدی المدنی الدمشقی ابن ابی العاتکہ کے نام سے معروف تھے، امام یحیی بن معین اور امام نسائی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے سنہ 152ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔(دیکھئے: الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی: 2 / 168، الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 6 / 280 ،الضعفاء والمتروکین للنسائی/174) ۔

- الإمام ابن عساکر ۴۹۹ھ -۵۷۱ھ:

(دیکھئے: تاریخ دمشق: 1/ 234 - 233)۔

اس کی سند میں ابوعبداللہ حسین بن علی بن محمد بن ابی الرضا: المعروف بالحسین بن علی الانطا کی مجہول الحال ہیں۔ نیز ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمٰن بن عیسی بن میمون التمیمی الدمشقی صدوق حسن الحدیث ہیں لیکن انہوں نے ضعفاء اور مناکیر سے بھی روایت کیا ہے۔(تقریب التہذیب /ص 253، سیر اعلام النبلاء: 11/ 136 ، تہذیب التہذیب: 4/354) ۔

(نیز دیکھئے: تاریخ دمشق: 1/235 -234 ، وقال:"ولفظ الحدیث للطبرانی")۔

- الإمام البیہقی:

(دیکھئے: دلائل النبوۃ: 6/ 321 - 320 و 6/ 383)۔اس روایت کے الفاظ ہیں: أتیتُ رسولَ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ، وَهوَ فی غزوةِ تبوكَ، وَهوَ فی خباءٍ من أدَمٍ، فجلستُ بفناءِ الخباء ،فسلمت علیه فردعلی وقال: " ادخُل یا

عَوفُ "، فقلتُ: بِكُلِّي أم بعضي؟ قالَ: "كُلَّكَ"،فدخلت فوافيته يتوضأ وضوءا مكينا ۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ غزوہ تبوک میں چمڑے کے ایک خیمے میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں خیمے کے صحن میں بیٹھ گیا، آپ کو سلام کیا تو آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: " عوف !اندر آ جاؤ"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول پورے طور سے یا تھوڑا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " پورے طور سے "،تو میں داخل ہوا تو آپ کو پورے اطمینان کے ساتھ وضوء کرتے ہوئے پایا۔ابن ابی عاصم، اسلم بن الرزار، امام احمد اور امام طبرانی کی بعض روایتوں میں "وضوءامكينا " کی جگہ "وُضُوءًا مَكِيثًا "کے الفاظ ہیں۔

نیز اس کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بات سن کر عوف بن مالک رضی اللہ عنہ غمزدہ ہو گئے تھے، انہوں نے کہا:"فوجمتُ عندَها وجمةً شَديدةً "۔ "میں یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوا، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سن کر مجھے غم و تکلیف نے گھیر لیا "نیز اس روایت کے اندر بیماری کے بارے میں ہے:"ثم موتان يظهرُ فيكُم يستشهدُ اللَّهُ بِهِ ذراريَّكم، وأنفسَكُم، ويزكِّي بِهِ أموالَكم "۔ابن ماجہ کی روایت میں"أموالَكم " کی بجائے، "أعمالَكم" ہے،جیسا کہ میں نے ابن ماجہ کی روایت کے ضمن میں ذکر کیا ہے)۔

(جاری)

☆☆☆

مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا، اس نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جو راستے کے درمیان تھا اور مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا (یعنی اس کے اس عمل کو قبول فرمالیا گیا) [صحیح مسلم]

ایک اور روایت میں ہے ایک آدمی درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے کے درمیان میں تھی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کو مسلمانوں سے دور کروں گا (تاکہ) انہیں تکلیف نہ پہنچائے، پس اسے (اس کے اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل کر دیا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے: ایک وقت ایک آدمی راستے پر چل رہا تھا، اس نے راستے پر ایک کانٹے دار شاخ دیکھی اس نے اسے پیچھے کر دیا، اللہ نے اس کے اس عمل کی قدر فرمائی اور اس کو بخش دیا۔

ایک جامع کمالات شخصیت
مولانا عبداللہ عبدالرؤف سلفی

فرحان سعید بنارسی

31 مئی جمعہ کا دن تھا، دھوپ کی تپش بام عروج پر تھی، گرم ہواؤں کے تھپیڑوں نے راہگیروں کو حواس باختہ کر رکھا تھا، شدت تمازت نے تمام ضروری مصروفیات کو معطل کر دیا تھا، ماہرین موسمیات نے ریڈ الرٹ جاری کر دیا، ہندوستان کے کئی شعبوں میں گرمی کی شدت سے لوگ جاں بحق ہو رہے تھے۔ نماز عصر سے فراغت کے بعد موبائل اٹھایا تو دفعتا اس خبر پر نظر پڑی کہ مولانا عبداللہ عبدالرؤف سلفی رحمہ اللہ ہیٹ اسٹروک سے راہ بقا کو سدھار گئے، یہ حادثہ ایسا ناقابل یقین تھا کہ خبر کو مکرر سہ مکرر پڑھا، اس امید میں کہ شاید مجھ سے پڑھنے میں چوک ہوئی ہے، لیکن تحقیق کے بعد مایوسی ہاتھ لگی۔ مولانا کی وفات بڑی اندوہ ناک اور روح فرسا تھی، آپ کو رحمہ اللہ لکھتے ہوئے ہاتھ کانپ رہا ہے، یقیناً آپ کا سانحہ ارتحال سلفیان بنارس کے لیے حیرت ناک اور المناک تھا۔

خاندانی پس منظر:

مولانا عبداللہ کا تعلق دیندار اور علماء نواز گھرانے سے تھا، آپ کا آبائی مکان پانڈے حویلی میں تھا، آپ کے دادا اور بڑے دادا دونوں حضرات نہایت دیندار، علماء نواز، متحرک اور فعال تھے۔ آپ کے دادا کا نام عبدالوہاب تھا اور بڑے دادا کا نام عبدالستار مجاہد تھا، وہ ہمہ وقت علماء کی خدمت میں مستعد رہتے، شام کو جامعہ رحمانیہ کے دارالاقامہ کا ایک چکر ضرور لگاتے، وہ زمانہ مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا ابوالخیر فاروقی اور قاری احمد سعید رحمہم اللہ کا تھا، جب مولانا عبدالغفار حسن رحمانی رحمہ اللہ جامعہ رحمانیہ میں بطور مدرس آئے اور پانڈے حویلی میں سکونت پذیر ہوئے، تو کچھ ماہ تک یہی گھرانہ ان کے خورد ونوش کا انتظام کرتا رہا۔ عبدالوہاب صاحب سے لوگ وہاب دا کہہ کر مخاطب ہوتے تھے، جامعہ سلفیہ بنارس کے قیام کے بعد اس کے مطبخ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کی گئی تھی، تاحیات آپ اس کے نگراں رہے۔ (بروایت مولانا ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ)

اسی طرح آپ کے بھائی یعنی مولانا رحمہ اللہ کے بڑے دادا عبدالستار مجاہد بھی بڑے مستعد، متحرک اور فعال شخص تھے، بزم اہلحدیث پانڈے حویلی، بنارس کے سکریٹری تھے، آس پاس کے علاقوں میں خطیبوں کو بھیجنا اور دعوتی واصلاحی اجلاس منعقد کرانا اس تنظیم کا اولین مقصد تھا، مجاہد صاحب نیک طینت اور پاک سرشت، نہایت درجہ کے جماعتی غیرت وحمیت اور تصلب رکھنے والے انسان تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ رحمہ اللہ علامہ سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ اور سفر وحضر کے ساتھی جو تھے، اکثر و بیشتر علامہ کی رفاقت میں دور ونزدیک کے علاقوں کا سفر کیا

کرتے۔ ایک سفر کی روئیداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ علامہ سیف بنارسی کے ساتھ جونپور گیا تھا، عصر کا وقت قریب ہوا تو سوچا کے نماز پڑھ لی جائے، ہم نماز عصر کے لیے جامع مسجد گئے، نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو حسب عادت مصلیوں نے جہراً نیت کرنا شروع کیا کہ میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز عصر کی، واسطے اللہ کے، پیچھے اس امام کے، منہ بطرف قبلہ کے پھر اللہ اکبر۔ علامہ سیف بنارسی نے سارا ماجرا دیکھا اور خود بآواز بلند یہ الفاظ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز عصر کی، واسطے اللہ کے، منہ بطرف قبلہ اور سر بطرف آسمان کے، پاؤں طرف زمین کے دائیں طرف عبدالستار کے اور بائیں طرف ایسے آدمی کے جسے میں نہیں جانتا، اللہ اکبر۔ نماز سے فراغت کے بعد لوگ علامہ رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میاں یہ کیا کہا آپ نے؟ علامہ سیف گویا ہوئے کہ مجھے آپ کی باتیں ادھوری لگیں اسی لیے اسے مکمل کردیا "لوگوں نے کہا اس اضافہ کو ثابت کریے علامہ گویا ہوئے کہ آپ جو جپتے ہیں اسے ہی ثابت کر دیجیے۔ لوگ حواس باختہ ہو کر امام سے ثبوت مانگنے لگے اور امام کی چپی نے لوگوں کو بتا دیا کہ یہ بھی ثابت نہیں ہے۔ اس طرح علامہ رحمہ اللہ نے بڑی حکمت عملی سے نماز کے باب میں مروجہ بدعت کی تردید کرتے ہوئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح کردیا۔ (دیکھیں: بدعات ورسوم کی تباہ کاریاں، ص: ۷۷، ۷۸)

علامہ سیف بنارسی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد جامع المعقول والمنقول مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی کی جب بنارس آمد ہوئی تو عبدالستار مجاہد کے شب و روز مولانا کی رفاقت میں گزرنے لگے، بزم اہلحدیث پانڈے حویلی بنارس کے سکریٹری ہونے کے ناطے آپ پر بڑی ذمہ داریاں تھیں جنہیں بحسن وخوبی انجام دیتے، اسی سلسلے کا ایک واقعہ اخبار اہلحدیث دہلی میں مرقوم ہے کہ "جونپور میں ایک حنفی عالم اپنی تقریروں میں اہلحدیثوں کو برملا چیلنجز کرتے اور ان کے جذبات کو مجروح کرتے پھرتے تھے، یہ صورتحال وہاں کے غیور اہلحدیثوں کے لیے نا قابل برداشت تھی، انہوں نے عبدالستار مجاہد سے مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کو مناظرہ کے لیے آمادہ کرکے جونپور تشریف لانے کو کہا، مولانا نذیر احمد صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صبح سویرے جامعہ رحمانیہ سے اپنے رفقاء کے ساتھ عبدالستار مجاہد کی معیت میں جونپور روانہ ہوگئے وہاں پہنچ کر حنفی عالم سے گفتگو شروع ہوئی، کتابوں کے انبار اور لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر حنفی عالم پر سکتہ اور سراسیمگی کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ اپنی ساری لن ترانیاں بھول گیا اور معافی کا خواستگار ہوتے ہوئے مولانا نذیر احمد صاحب سے گویا ہوا اور کہا کہ مولانا 'اگر گستاخی ہوئی تو معاف فرمائیں'۔ (بزم اہلحدیث پانڈے حویلی بنارس، اخبار اہلحدیث دہلی 15 اپریل 1955ء ص 18)

پیدائش اور تعلیم وتربیت:

مولانا عبداللہ کی ولادت ۱۷ر جولائی ۱۹۶۸ء کو ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم جامعہ رحمانیہ میں حاصل کی، بعد ازاں جامعہ سلفیہ میں داخل ہوگئے، جامعہ کے ریکارڈ کے مطابق سال ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳ھ میں آپ مولوی کی

تعلیم کی تکمیل کے بعد عالمیت کے مرحلے میں داخل ہوئے۔ غالباً ۱۹۸۷ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ کے رفقاء میں مولانا عبدالمتین وارثی، پرنسپل جامعہ رحمانیہ بنارس، مولانا وسیم اختر پرنسپل مدرسہ احیاء السنہ بجرڈیہہ بنارس، ڈاکٹر عبدالمنان مکی مقیم علی گڑھ، ڈاکٹر اشفاق احمد حیدرآباد، مولانا عبدالحلیم خطیب وامام جامع مسجد پریوانرائن پور پرتاپ گڑھ ہیں۔

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بنارس ہندو یونیورسٹی کا رخ کیا اور اردو ادب سے سال ۱۹۹۲ء میں گریجویشن اور ۱۹۹۴ء میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی محنتی اور ذہین وفطین تھے، لکھنے پڑھنے کی بہترین صلاحیت تھی، تعلیمی میدان میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

ملازمت:

مولانا نے فراغت کے بعد مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس میں ہی ملازمت اختیار کرلی تھی، جہاں دفتری امور کی ذمہ داری پر مامور ہوئے، عہد شباب کے کئی سال مادر علمی جامعہ کی نذر کر دیے۔ جامعہ کے تعاون کے لیے قاری ابو طاہر سابق استاد جامعہ سلفیہ کی معیت میں کئی مرتبہ کلکتہ کا سفر بھی کیا۔

سال 1996ء میں سعودی عرب کے شہر القصیم کے شعبہ جالیات سے وابستگی کے بعد مولانا نے بحیثیت داعی اپنی زندگی کے کچھ ماہ وایام وہاں گزارے۔ سال 1999ء میں جب آپ چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنے مادر وطن بنارس واپس آئے تو جماعت اہلحدیث کی قدیم درس گاہ مدرسہ احیاء السنہ بجرڈیہہ کے شعبۂ عالیہ میں آپ کی تقرری ہوگئی، جس کے بعد آپ نے سعودیہ کا رخ نہ کیا۔

(بروایت پسماندگان)

تدریسی خدمات:

مدرسہ احیاء السنہ جامعہ سلفیہ کی شاخ ہے، مدرسہ میں ابتدائیہ کے علاوہ دینی علوم یعنی قرآن، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تاریخ وغیرہ علوم داخل نصاب ہیں۔ آپ کے شاگردان کے بقول مولانا تدریسی فرائض پوری امانت ودیانت، لگن ومحنت اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے، عربی زبان پر اچھی گرفت تھی، آپ سالوں تک تفسیر وحدیث کے علاوہ عربی گرامر صرف ونحو وغیرہ کا درس دیتے رہے۔ نصاب سے متعلق مفوضہ کتب کو افہام وتفہیم کے انداز میں پڑھاتے، جس سے اسباق کی ساری مشکلات اور پیچیدگیاں رفع ہوجاتیں۔

مشکل مقامات کو حل کرنے اور عبارتوں کو سمجھانے میں مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر آپ کو مرجع کی حیثیت حاصل تھی۔ رجوع کرنے والے اساتذہ اور طلبہ کی آپ اپنی صوابدید سے رہنمائی کر دیتے۔

دعوتی اور دینی خدمات:

مولانا عبداللہ سلفی ایک اچھے اور سنجیدہ خطیب بھی تھے، آپ کی تقریریں دلائل وبراہین سے مزین ہوا کرتی تھیں، آپ توحید کے موضوع پر اکثر وبیشتر خطاب فرماتے، بسا اوقات دیگر عناوین میں بھی توحید کا عنصر نکال کر کچھ باتیں سنا دیتے تھے۔ مولانا تیلیا نہ مسجد کے مستقل خطیب تھے اور سالہا سال وہیں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے، مصلیان مسجد میں بھی آپ کی خوب مقبولیت تھی۔ علاقہ کے بزرگ شخص حاجی خورشید فرماتے ہیں کہ ’’مولانا کی تقریر زبان

وبیان اور اختصار و ایجاز کی خوبی کی وجہ سے بڑی پسند کی جاتی، دوران خطاب سامعین کو اکتاہٹ بالکل نہ ہوتی، سالہا سال تک سننے کے باوجود بھی لوگوں کو کچھ ایسی دلچسپی تھی کہ جمعہ میں آپ کی غیوبت لوگوں کو بے قرار کر دیتی۔'' (بروایت مولانا عبدالرحمٰن، محمد یونس سلفی)۔

آپ کے آخری خطاب کا عنوان نوافل کی اہمیت تھا، جس میں آپ نے نوافل کی اہمیت اور اس کی فضیلت پر لب کشائی کی اور اس پر مداومت برتنے کی تلقین فرمائی اور لوگوں کو تساہلی پر تنبیہ کی۔ مولانا علمی اعتبار سے ٹھوس انسان تھے، ایک بار چوک مسجد بنارس میں بریلیوں نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا تو استاذ محترم مولانا یونس مدنی حفظہ اللہ نے مولانا عبداللہ سلفی اور مولانا عبدالرحیم ریاضی کو مناظرہ کے لیے بھیجا تھا مگر مناظرہ کی نوبت نہ آسکی۔

نظامت جلسہ بھی ایک فن ہے، جلسہ کی کامیابی میں ناظم اور نظامت کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ مولانا مدتوں تک بنارس کے جلسوں میں کامیاب نظامت کرتے رہے، جس کی وجہ سے ناظم جلسہ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ مولانا اجلاس میں خطبا کو مدعو کرنے سے پہلے چند منٹ تقریر کرتے اور پس منظر اور پیش منظر بھی بیان کرتے۔ خطیب کے خطاب کے بعد بھی خلاصہ تقریر پیش کرتے، دوران اجلاس مجمع کی ہنگامہ آرائی کو بڑی خوش اسلوبی سے قابو کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر بنارس اور مضافات کے چھوٹے بڑے تمام جلسوں میں آپ کو ہی نظامت کی ذمہ داری سونپی جاتی، جسے آپ بحسن وخوبی انجام دیتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ بجرڈیہہ نئی بستی مسجد کے مستقل امام بھی تھے، پنج وقتہ نمازوں کے امامت کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی، آپ نماز مختصر پڑھاتے تھے، قرآن پڑھنے میں بھی سادگی تھی، قرآت کا انداز تکلف سے خالی اور تصنع و بناوٹ سے پاک تھا۔ مولانا رحمہ اللہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی أَذَا هُمْ، خیر من الذی لا یخالط الناس، ولا یصبر علی اذا هُمْ (جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا) کے عملی پیکر تھے۔ سماج میں پنپ رہی برائیوں کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت متحرک رہتے، لوگوں کی خوشی غمی میں برابر شریک رہتے، علاقہ کے لوگوں کے نکاح پڑھانے اور نماز جنازہ کی امامت کی ذمہ داریاں عموماً آپ ہی سرانجام دیتے، دینی وفقہی مسائل کے حل کیلئے علاقہ کے لوگ عموماً آپ ہی کی طرف رجوع کرتے اور تسلی بخش جواب پاکر مطمئن گھروں کو لوٹتے۔

قلمی خدمات:

تدریسی و دعوتی مصروفیات کی وجہ سے مولانا نے اپنے پیچھے کوئی قابل ذکر علمی وقلمی اثاثہ نہیں چھوڑا، حافظ عبدالرحمٰن سلفی نے آپ سے قلمی خدمات کی بابت دریافت کیا تھا، جس کا جواب آپ نے یوں دیا کہ اب تک کوئی ایسی خدمت انجام نہیں دی ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ بندی ہے۔ لیکن آپ نے دو رسالے اور ایک فتویٰ کا ترجمہ کیا ہے، جو محدث بنارس کی زینت بن چکے ہیں۔ پہلے رسالہ کا عنوان نماز میں خشوع کے تینتیس اسباب ہے، جس کے مصنف "دکتور صالح المنجد ہیں، یہ رسالہ محدث بنارس میں

بارہ قسطوں میں شائع ہوا تھا اور دوسرے کا نام غیر مسلم میں دعوتِ اسلام ہے، اس کے مؤلف دکتور عبد اللہ بن محمد المطلق ہیں، اور یہ مضمون پانچ قسطوں میں صفحہ قرطاس پر بکھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک فتاوے بھی ہیں۔ مزید کچھ اور قلمی کاوش ہوں گی جن کی تفصیلات کا علم نہیں۔ مولانا انصار زبیر محمدی اعظمی حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ "القصیم میں قیام کے دوران شیخ عبداللہ نے امام حرم مکی د/ صالح بن حمید کے ایک کتابچہ کا ترجمہ بھی کیا تھا "مفهوم المحكمة في الدعوة الى الله" شاید یہی رسالہ تھا، شیخ کی فرمائش پر رسالہ میں نے پورا پڑھا تھا۔ " مگر افسوس کہ اس کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔

عہدے ومناصب:

مولانا اپنی زندگی میں بنارس کی جمعیت اور تنظیم سے بھی مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہے، یہ بھی آپ کی زندگی کا ایک باب ہے۔

آپ ضلعی جمعیت اہلحدیث بنارس کے نائب امیر اور مقامی جمعیت اہلحدیث بجر ڈیہہ کے ناظم تھے۔ مختلف مسائل اور عوارض کے باوجود جمعیت کی ترقی کے کاموں میں برابر شریک رہتے، بارہا ذمہ داران جمعیت کے ساتھ بنارس اور مضافات کے سفر کیے، جمعہ کے خطبے دیے، جماعتی اور ملی مسائل کے حل کیلئے پیش پیش رہے۔ 2021ء کے کورونا کے ایام میں ضلعی جمعیت اہلحدیث بنارس کی سرپرستی میں ائمہ و دعاۃ کی تربیت کے لیے جامعہ سلفیہ کے قاعۃ المحاضرات میں یک روزہ پروگرام مختلف علماء کی صدارت میں منعقد کیا گیا، جس میں آپ نے موجودہ دور کے تناظر میں "داعی کے اوصاف اور ان کی دعوتی ذمہ داریاں" کے موضوع پر ایک پرمغز اور نہایت مؤثر خطاب فرمایا تھا، یہ تربیتی پروگرام اپنی کیفیت ونوعیت کے اعتبار سے بہت اہم اور مفید رہا، اس پروگرام کی کامیابی میں مولانا رحمہ اللہ کا کلیدی کردار تھا، جس پر انھیں اعزاز سے نوازا گیا تھا۔

تنظیم "اتحاد ابناء السّلفیہ" بنارس کے قیام کے بعد اس کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اپنی دعوتی اور تنظیمی ذمہ داریوں کے ساتھ ممکن حد تک وفا کی کوشش کرتے، تنظیم کے مختلف ادوار میں آپ اس کے مختلف مناصب اور عہدوں پر فائز رہے۔

اخلاق وعادات:

مولانا رحمہ اللہ میں اعتدال، توازن وتناسب، علم وعمل اور صلاحیت وصالحیت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ صوم و صلوۃ کے پابند، عمدہ صفات اور بہترین اخلاق وکردار کے حامل، بے لوث، مخلص، خوش مزاج، خوش گفتار، مروت و شرافت کے پیکر، کم گو، سچے انسان تھے۔ طبیعت میں ظرافت بھی تھی کبھی کبھی اپنی ظریفانہ گفتگو سے اپنے ہم نشینوں کو محظوظ بھی کرتے۔ آپ کے رفیق درس مولانا عبد الحلیم پر یوائی کے بقول "مولانا خوش اخلاق وملنسار تھے ہنستے ہنساتے رہتے تھے فراغت کے بعد 1989ء میں کسی کام سے الہ آباد آنا ہوا تو صرف ملاقات کی غرض سے میرے گاؤں پر یوا گھر پر تشریف لائے تھے۔ "آپ کے دوسرے رفیق ڈاکٹر اشفاق احمد خان لکھتے ہیں "میرا عزیز ہم سبق، رحمانیہ کی پہلی جماعت سے پورے آٹھ سال 1979-1987ء ساتھ رہا، بہت ہی فعال اور مرنجان مرنج

شخصیت کے حامل، مارچ میں جامعہ سلفیہ بنارس گیا تو بجرڈیہہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ "مولانا درمیانہ قد، گندمی رنگ، چوڑی پیشانی اور کحیم شحیم شخصیت کے مالک تھے، آپ کے بال میں سفیدی جلدی ظاہر ہوگئی تھی، چناچہ آپ مہندی کا استعمال کرتے تھے، اور ہمیشہ آپ کی داڑھی کے بال لال رنگ کے ہوتے تھے۔ بڑے غیور اور حق پسند تھے، کوئی بات غلط یا مزاج وطبیعت کے خلاف ہوتی تو فی الفور پوری جرات کے ساتھ اس کی تردید کرتے۔ مولانا سادہ مزاج آدمی تھے، کپڑوں سے بھی سادگی عیاں ہوتی تھی۔ مولانا کرتا پاجامہ اور گول ٹوپی زیب تن کرتے اور سردی میں صدری کا استعمال کرتے تھے، کبھی کبھار کھال والی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ سے اس اعتبار سے مجھے شرف تلمذ حاصل تھا کہ آپ نے بحیثیت اتالیق اپنے محلّہ کی مسجد میں عربی زبان کی کتاب ''دروس اللغہ العربیہ'' پڑھائی تھی۔ تقریبا دو تین مہینوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس مختصر مدت میں آپ سے اچھی شناسائی ہوگئی تھی، اس کے بعد آپ جہاں بھی ملتے خندہ پیشانی سے اور مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔

سال ۱۹۹۶ء میں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے، بفضل اللہ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، آپ کے فرزند اکبر عبدالمحسن، جامعہ سلفیہ میں مرحلہ کلیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

آخری ایام:

مولانا صحت کے لحاظ سے تنومند اور توانا تھے، لیکن مولانا کو شوگر کی بیماری تھی، جس کے سبب آپ کا بدن کمزور ہو رہا تھا، آپ کے جاننے والوں نے بتایا کہ آپ کو پسینہ بہت ہوتا تھا، جس کے سبب آپ گرمیوں میں زیادہ پریشان رہتے تھے، اور میرا یہ ذاتی مشاہدہ بھی رہا ہے کہ میں جب پڑھتا تھا تو دیکھتا کہ مولانا کرتا کا گریبان کھلا رکھتے اور پورا کرتا پسینے میں شرابور ہوتا۔ سال رواں گرمی میں چنداں اضافہ ہوا جو کہ ناقابل یقین تھا اور لوگ پریشان تھے، بزرگ حضرات کا کہنا تھا کہ اتنی گرمی ہم نے کبھی نہیں دیکھی، یقین مانیے کہ اے سی جیسی چیز مفلوج ہو چکی تھی، اس کھولتی گرمی میں حکومت ہند نے لوک سبھا الیکشن منعقد کیا تھا، جس میں مدرسہ کے سرکاری ٹیچروں کی بھی ڈیوٹی لگی تھی، مولانا بھی اس الیکشن کا حصہ تھے۔

انتقال:

۲ رمئی سے قبل ہی آپ کی صحت اچھی نہیں تھی، طبیعت میں ناسازی پہلے سے تھی، اہل وعیال نے روکنے کی کوشش کی، لیکن مولانا نڈھال طبیعت کے ساتھ نکل پڑے، آپ کے فرزند نے آپ کو سرکاری بس تک جا چھوڑا، آپ اسی بس میں بیٹھ کر جارہے تھے، لیکن جب اترنے کی باری آئی تو آپ اٹھ نہ سکے، اور بقضائے الٰہی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون مولانا چونکہ سرکاری ڈیوٹی پر تھے اور یہ حادثہ اسی کے دوران رونما ہوا، اسی لیل سرکاری ہدایات کے مطابق آپ کا پوسٹ مارٹم بھی کیا گیا، آپ کے جسد کو گھر کے باہر رکھا گیا، تاکہ محبین آخری دیدار کرلیں، دیکھنے والوں کا حیرت انگیز جم غفیر تھا، اگلے دن صبح دس بجے چوڑی سڑک جھکا پہ نماز جنازہ ادا کی گئی، مجمع قریبا ایک ہزار لوگوں پر مشتمل تھا، آپ کی نماز جنازہ مولانا محمد جنید مکی نے پڑھائی۔ آپ جھکا قبرستان میں نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے۔

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی منعقد دوروزہ قومی ورکشاپ میں محترم ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی وڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ صاحب مدنی اور شیخ ابوصالح دل محمد سلفی کی شرکت:

10 و 11 اگست 2024م، بروز سنیچر و اتوار، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں دوروزہ عظیم الشان قومی ورکشاپ بعنوان: ''مثالی نصاب تعلیم برائے مدارس اور قومی تعلیمی پالیسی 2020ء''، منعقد ہوا۔ یہ پروگرام ''مرکز فروغ سائنس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ'' کے زیر اہتمام تھا۔ اس ''دوروزہ عظیم الشان قومی ورکشاپ'' کے انعقاد کا بنیادی مقصد بلا اختلافِ مسلک ہندوستان کے تمام مدارس اسلامیہ میں قدیم نصابِ تعلیم کے محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے جدید تقاضوں کے مطابق ایک ایسے جامع نصابِ تعلیم و منہج تعلیم بنانے پر غور وفکر اور باہم تبادلہ خیال کرنا تھا۔ جس میں دین کے بنیادی مواد کے ساتھ ساتھ کم از کم دسویں کلاس تک کے عصری علوم (ہندی و انگریزی، سائنس و میتھس وغیرہ) شامل ہوں۔ تاکہ مدارس میں زیر تعلیم قوم کے نونہالوں کا مستقبل روشن رہے اور وہ ہر میدان میں دعوت دین اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اور اس طرح سے مدارسِ اسلامیہ کے فارغین روحانی و مادی اور دینی و دنیاوی ہر اعتبار سے مضبوط ہوں اور امت کی اصلاح و ارشاد اور ملک وملت کی تعمیر وترقی کا کام اچھی طرح سے کرسکیں۔

اس پروگرام میں محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ بحیثیت مہمان خصوصی مدعو تھے۔

محترم ناظم اعلی صاحب حفظہ اللہ ناسازی طبع کے با وجود پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر نیز اس پروگرام کے کنوینر ڈاکٹر نسیم احمد خان صاحب و دیگر ذمہ داران کے اصرار مسلسل وتقاضائے متواتر کی بنیاد پر جامعہ کے دو مؤقر ذمہ دار اساتذہ ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ صاحب مدنی اور راقم الحروف ابوصالح دل محمد سلفی کے ساتھ شریک ہوئے۔

دوروزہ قومی ورکشاپ کے سب سے اہم اور افتتاحی پروگرام میں محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے خطبہ اعزازی پیش فرمایا۔ آپ نے حمد وصلوۃ کے بعد اِس عظیم الشان اور تاریخی پروگرام کو سراہتے ہوئے بتایا کہ یہ پروگرام اپنے موضوع اور اغراض و مقاصد کے لحاظ سے حالات حاضرہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، جس کی واقعی مسلمانان ہند کو شدید ضرورت تھی، پھر آپ نے اس عظیم المقصد پروگرام کے انعقاد اور قابلِ تعریف پیش رفت پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ذمہ داران و پروگرام کے کنوینر اور دیگر منتظمین کو مبارک باد پیش کی۔ پھر آپ نے اپنے خطبہ اعزازی میں جامعہ سلفیہ بنارس کے منہج تعلیم و نصابِ تعلیم

سے شرکائے مجلس کو آگاہ کیا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثالی نصاب تعلیم برائے مدارس اور قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ء

زیر اہتمام: مرکز فروغ سائنس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

عزت مآب صدر اجلاس، جامعات و مدارس کے ذمہ داران، علماء کرام اور معزز حاضرین!

آج ہم سب ایک اہم مسئلہ کے لیے اکٹھا ہوئے ہیں، وہ ہے 'مثالی نصاب تعلیم برائے مدارس اور قومی تعلیمی پالیسی'

اللہ رب العالمین کی حمد وثنا کے بعد اس عظیم یونیورسٹی، اس کے وائس چانسلر اور خصوصاً محترم جناب نسیم احمد خان صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم کو اس اہم کام کے لیے موقع فراہم کیا تا کہ ہم سب کے جذبات وخیالات کو سنیں اور اپنی قوم کے روشن مستقبل کے لیے کوئی ٹھوس اور مفید لائحۂ عمل طے کرسکیں۔

جب دنیا جہالت کے گھٹا گھور اندھیرے میں تھی تو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو تاریکی سے روشنی کی طرف لانے کے لیے سید الانبیاء والبشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ علم وحکمت کی روشنی کو پھیلایا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (سورہ الجمعہ:۲)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی برکت سے امت مسلمہ نے علم وحکمت پر عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ بڑے بڑے علماء، ادباء، مفکرین، سائنس وفلسفہ کے ماہرین، طب، الجبرا ودیگر علوم میں مہارت رکھنے والے گزرے ہیں اور دنیا کی ترقی کی راہ انہی ماہرین علم وفن کی کوشش سے کھلی ہے۔ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں تعلیم وتدریس کا وسیع پیمانہ پر کام ہوتا آیا ہے۔ آج کے مدارس انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ مسلمانوں کی ترقی اور ان کی بقا انہی مدارس کی مرہون منت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم ان مدارس کو مزید ثمر آور اور کارگر بنائیں اور حالات کے حساب سے اس کے نظام، اس کے معیار اور اس کے نصاب کا از سر نو جائزہ لیں۔ مسلمان تعلیم میں اس قدر پیچھے کیوں ہیں، اس کا حل ڈھونڈھیں۔ آج کا یہ اجتماع یقیناً ایک خوش آئند قدم ہے۔ اگر ہم سب آپس میں فروعی اختلاف سے اٹھ کر اپنی قوم کی ترقی کے لیے مل جل کر کام کریں اور اپنے رب کو راضی کرلیں تو پھر کوئی ڈرنے اور ناامید ہونے کی وجہ نہیں ہے۔ اللہ کا فرمان برحق اور اٹل ہے: إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ (آل عمران:۱۶۰) اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

معزز حاضرین!

یقیناً مدارس اسلامیہ کی ایک تاریخ ہے۔ مدارس نے ملک اور قوم دونوں کے لیے عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ ہر مشکل وقت میں مدارس نے ہمیں راہ دکھائی ہے۔ یہاں نونہال و بچے علم سیکھتے ہیں اور اپنی قوم کی رہبری وقیادت

کے لیے قائد بھی نکلتے ہیں اور مربی بھی۔ حالات کے حساب سے ہر فیکٹری والے وہی پروڈکٹ پیش کرتے ہیں جس کی مارکٹ میں ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ مدارس واسکول علم کی فیکٹری ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں ایسے ماہرین چاہئیں جو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں اور قوم کو صحیح اور ترقی کا راستہ دکھا سکیں۔ اسی کے جائزہ کے لیے مسلم یونیورسٹی نے قیمتی پہل کی ہے جو مبارک بادکی مستحق ہے۔

ہم اللہ رب العالمین سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو جوڑ دے، ہمیں صحیح سمت کی ہدایت دے اور ہمارے اس اجتماع کو کارگر اور کامیاب بنائے، آمین۔

محترم حضرات!

محترم جناب نسیم صاحب نے اپنے دعوتی خط میں جن نکات کی نشاندہی کی ہے سب وقت کے تقاضے ہیں، میں ان کی تائید کرتا ہوں۔

قومی تعلیمی پالیسی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ہمارے عزت مآب پردھان منتری جی نے جس پالیسی کا اعلان کیا ہے ”سب کا ساتھ سب کا وکاس“ ہم امید کرتے ہیں کہ قومی تعلیمی پالیسی میں بھی اس کا خیال رکھا جائے گا۔ ہندوستان مختلف قوموں، مختلف تہذیبوں اور مختلف زبانوں اور مختلف دھرم اور مذہب کا ایک ملا جلا گلدستہ ہے، اس میں بکھراؤ نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے ملک کی ہر پالیسی اس کو اور مضبوط بنانے کے لیے ہونی چاہئے اور پردھان منتری جی کا اعلان ”سب کا ساتھ سب کا وکاس“ ہر قانون میں دکھائی دینا چاہئے۔ یہی ہمارے ملک کی ترقی کا ضامن ہے۔

دوسرا مسئلہ مراحل تعلیم کا ہے، اس میں یکسانیت ضروری ہے۔ ہم نے اپنے جامعہ سلفیہ میں بہت پہلے سے ہی اس کا نفاذ کیا ہے، جب 10+2+3 کا سسٹم چلا تو میں نے تعلیمی مراحل کو اسی کے مطابق تبدیل کر دیا۔ پہلے 4+4+2 مولوی، عالم، فاضل کا نظام تھا، مگر اب ابتدائی کے بعد 3+2+2+3 کا سسٹم ہے۔ جونیئر ہائی اسکول جس کو عربی میں متوسطہ کہتے ہیں تین سال، پھر ہائی اسکول عربی میں ثانویہ کہتے ہیں دو سال، پھر عالیت انٹرمیڈیٹ دو سال، پھر کلیہ گریجوایشن تین سال، اس کے بعد تخصص ہے۔

پھر سب سے اہم مسئلہ نصاب تعلیم کا ہے۔ ایک طالب علم کو ایسے علوم سکھائے جائیں کہ وہ فراغت کے بعد کسی طرح کی پریشانی محسوس نہ کرے۔ عالم بنے، مصنف بنے، تجارت کرے، کسی طرح کی معیشت سے منسلک ہو، ان تمام امور کو سامنے رکھ کر بنیادی مضامین کو نصاب میں داخل کرنا چاہئے اور جامعہ سلفیہ میں اس بات پر خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کچھ علوم ایسے ہیں جن کو ہم مواد کی کثرت کے سبب نصاب میں داخل نہیں کر سکتے۔ اس کے مطالعہ کے لیے لائبریری ہے، جامعہ کی لائبریری اس اعتبار سے منظم لائبریری ہے۔ اس کے علاوہ اسکل ڈیولپمنٹ کے لیے پندرہ روزہ پروگرام ہوتا ہے، اس کے لیے سیمینار ہال ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا زمانہ ہے اس کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور جامعہ میں آج سے ۲۵/سال پہلے سے کمپیوٹر لگایا گیا ہے اور اس وقت بہترین کمپیوٹر لیب ہے جس میں ساٹھ طلبہ ایک ساتھ بیٹھ کر کمپیوٹر پر کام کر سکتے ہیں اور سب Broad Band کے ذریعہ انٹرنیٹ سے لنک ہے۔ اس پر ہم ان کو مکتبہ شاملہ کے ذریعہ بحث وتحقیق کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں۔

ماہر علماء سے استفادہ کے لیے سمینار ہال میں بڑی TV ہے جس پر ماہرین کا آن لائن وآف لائن لیکچر دکھانے کا انتظام ہے۔

نصاب میں ہائی اسکول تک کی تعلیم میں سائنس، جغرافیہ، تاریخ، ہندی، انگریزی اور اردو بھی دینی مواد کے ساتھ نصاب میں داخل ہیں۔ اوپر کے کلاس میں صحافت، مطالعہ مذاہب اور اسلامی معاشیات کا موضوع بھی پڑھایا جاتا ہے۔

اور سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ طریقۂ تدریس اور اس کی نگرانی کا ہے، اس پر بھی توجہ دی جاتی ہے اور اس بات پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ تعصب اور حزبیت سے طلبہ کو دور رکھا جائے اور ان کے اندر تحقیق اور ریسرچ کا رجحان بڑھے اور اسکول کی زندگی میں سیاست سے بچیں اور اپنے مستقبل کو بنانے پر پورا دھیان دیں۔

نصاب تعلیم پر ہر سال غور کیا جاتا ہے اور حالات کے تقاضے کے تحت ضروری ردو بدل بھی کیا جاتا ہے۔

محترم حضرات!

آج ہم سب مدارس کے لیے مثالی نصاب پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں تاکہ مدارس اپنے مقاصد میں اور بہتر طریقہ پر کام کر سکیں اور ہم ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹھوس اور مفید لائحۂ عمل طے کر سکیں، ہمارے مدارس محفوظ رہیں، ہم قومی تعلیمی پالیسی کو بھی سمجھیں اور اس کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کے ساتھ ساجھا کریں، مدارس کے قانونی وانتظامی امور کو پختہ بنائیں، طلبہ کے کاغذات کو حکومت کے دستور کے مطابق رکھیں تاکہ آئندہ کے تعلیمی مراحل میں ان کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، ہماری سرٹیفکیٹ اور ڈگری بھی حکومت تسلیم کرے، بچوں کا مستقبل بہتر ہو اور وہ ہر طرح کی خدمات کے اہل ہوں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اخیر میں ایک بار پھر سب کے شکریہ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب.

وصلى الله تعالى على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

والسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللہ سعود سلفی

ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس

جامعہ میں ملحق مدارس کے ذمہ داران کی میٹنگ:

حسب روایت اس سال بھی 25 جولائی 2024م، بروز جمعرات، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے ملحق مدارس کے ذمہ داروں اور نمائندوں کے ساتھ ایک عمومی نشست زیر صدارت محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ منعقد ہوئی۔ جس میں درج ذیل ایجنڈوں پر باہم غور وخوض اور تبادلہ خیال کیا گیا۔

(۱) ملحق مدارس اور لجنہ کے درمیان روابط کو بہتر بنانے پر غور۔

(۲) ملحق مدارس کو درپیش مسائل اور ان کا حل.

(۳) ملحق مدارس میں معیار تعلیم کو بہتر بنانے پر غور و

خوض۔

(۴) دیگر امور باجازت صدر

ہر سال کی طرح اس سال بھی میٹنگ اپنے مقصد میں کامیاب رہی (فالحمدللہ علی ذلک)

اللہ تعالیٰ جامعہ سلفیہ بنارس اوراس کے ملحق مدارس کی تعلیمی وتربیتی، دعوتی واصلاحی وغیرہ تمام دینی خدمات کوقبول فرمائے اورانہیں مزید ترقیوں سے نوازے۔آمین

جامعہ سلفیہ بنارس میں 78واں جشن یوم آزادی:

سابقہ روایات کے مطابق آج بتاریخ 15اگست 2024ء بروز جمعرات جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں 78واں یومِ آزادی کا جشن بڑے جوش وخروش سے منایا گیا اور صبح نو بجے جامعہ کے گراؤنڈ میں محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظ اللہ کے ہاتھوں پرچم کشائی عمل میں آئی۔پھر عارف حسین بن عین الدین اور منیر عالم ظفرالدین اور ان کے ساتھیوں (محمد شہباز بن محمد طاہر، ارمان بن ببلو، فواد فوزان، عبدالعزیز بن منصور، شرجیل انعام بن محمد انعام الحق، منہاج بن قسمت علی) نے قومی ترانہ پڑھا۔ اس کے بعد محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کی صدارت میں ''قاعۃ المحاضرات'' میں ایک پروگرام منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز حافظ ابراہیم فہیم شہبندری کی تلاوت قرآن سے ہوا۔اس کے بعد عبدالواحد بن عبدالمجید نے اردو زبان میں ''تحریکِ آزادی میں مسلم رہنماؤں کا کردار'' کے عنوان پر اور امین حیدر بن محمد حیدر نے ہندی زبان میں Lorarz Hkkjr esa vYila[;dksa dh Lorarzrk کے عنوان پر بہترین تقریر کی۔ پھر جامعہ کے ذمہ دار اور سینئر استاد عالیجناب نیر واحدی صاحب کا لکھا ہوا قومی ترانہ محفوظ عالم اوران کے رفقاء نے بہترین آواز وانداز میں پڑھا۔ اس کے بعد محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے نہایت ہی جامع اور پُر مغز صدارتی خطاب پیش فرمایا۔

آپ نے حمد وصلوۃ کے بعد سورہ طٰہٰ کی آیت کریمہ **كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا.** (طہٰ:۹۹) کی تلاوت فرمائی اس کے بعد سب سے پہلے محترم ناظم اعلیٰ صاحب نے 78 واں جشن یوم آزادی کی مبارک باد اساتذۂ کرام وطلبہ عزیز اور جملہ دیش واسیوں کو پیش کی۔

اور کہا کہ ہر سال 15 اگست کو ہم یوم آزادی کا جشن مناتے ہیں اور مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ یومِ آزادی ہندوستان میں عروج وزوال کا تاریخی دین ہے، جہد مسلسل کا ایک نتیجہ ہے، یومِ آزادی کے ساتھ بہت سے عبرتناک قصے وکہانیاں اور تاریخی واقعات جڑے ہوئے ہیں، یومِ آزادی ہمیں بتاتا ہے کہ کوئی بھی کامیابی بڑی آسانی سے نہیں ملتی ہے۔

عزیز طلبہ! آپ جامعہ سلفیہ بنارس میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں، آپ حقیقی سلفی عالم بن کر یہاں سے نکلیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ جامعہ میں مسلسل دن رات محنت کریں اور اساتذہ کرام، درسگاہوں اور لائبریری نیز تعلیم وتربیت کے دیگر وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں، یاد رکھیں! جہدِ مسلسل اور محنتِ شاقہ

کے بغیر کامیابی کے حصول کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔

اس کے بعد صدرِ مجلس نے حمد وصلوۃ کے بعد تلاوت کردہ آیت کریمہ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ ءَاتَيْنَـٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا کی روشنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اسی طرح ہم آپ سے گذرے ہوئے حالات بیان کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطا فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول تھے، اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی سب سے بڑی شخصیت کے حامل تھے، چالیس سال تک معاشرہ میں محبوب ومنظورِ نظر تھے۔ لیکن جیسے ہی حق کی آواز بلند کی لوگ آپ کے دشمن ہوگئے، لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری، وحی الٰہی کی روشنی میں اپنی دعوت کو لوگوں تک پہنچاتے رہے، مسلسل محنت کرتے رہے بالآخر آپ کو کامیابی ملی اور مخالفین و معاندین آپ کے ماننے والے بن گئے۔

عزیز طلبہ! اس میں آپ کے لئے سبق ہے، عبرت ہے۔ آپ خوب محنت کرو، دن رات جہد مسلسل کرو، اپنے مقصد میں لگے رہو، ان شاء اللہ آپ کامیاب رہوگے۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے قیام کا یہی مقصد ہے۔

اخیر میں محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے ملک کی ترقی اور طلبہ کی کامیابی کے لئے دعائیہ کلمات پر اپنے صدارتی خطاب کو ختم کیا۔ نظامت کا فریضہ جامعہ کے ہونہار طالب علم مرتضی ماہر نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کی جامعہ میں آمد:

ہر سال مختلف اوقات میں ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس اپنے مادر علمی تشریف لاتے ہیں اور جامعہ کے موجودہ نشاطات و پیش رفتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں نیز اپنے تأثرات واحساسات کو جامعہ کے ''سجل الزیارۃ'' (VISITOR'S BOOK) میں قلمبند کرتے ہیں۔

اس سال بھی مختلف تاریخوں میں چند ابنائے قدیم جامعہ میں تشریف لائے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فضیلۃ الشیخ راشد حسن صاحب سلفی مبارک پوری

19 جولائی 2024م، بروز جمعرات جامعہ کے ممتاز فارغ التحصیل اور کئی علمی کتابوں کے مؤلف و مرتب اور مترجم فضیلۃ الشیخ راشد حسن صاحب سلفی حفظہ اللہ (استاد جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئوناتھ بھنجن، یوپی) اپنے مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس فراغت کے تیرہ سال بعد پہلی مرتبہ تشریف لائے۔ جامعہ کے حالیہ نشاطات و پیش رفتوں کا مشاہدہ کیا، لائبریری کا معائنہ کیا اور محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ سے ان کی آفس میں تعلیم وتعلم سے متعلق بعض امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ نیز بعض اساتذۂ جامعہ حفظھم اللہ سے بھی آپ کی ملاقات اور گفت وشنید ہوئی اور عصر بعد کلیات کے طلبہ کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی۔

جامعہ اور جامعہ کے نشاطات وسرگرمیوں پر لکھے ہوئے آپ کے تاثرات مندرجہ ذیل ہیں:

آج بتاریخ ۱۹ جولائی ۲۰۲۴ م مطابق ۱۱ محرم

۱۴۴۶ھ مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کی زیارت کا موقع ملا، ۲۰۱۱م میں جامعہ سے فراغت کے بعد اب تک دوبارہ یہاں آنے کا موقع نہ مل سکا تھا، تیرہ برسوں میں بہت کچھ بدل جاتا ہے، جامعہ کے بارے میں سابقہ خبریں سن کر مایوسی تھی، لیکن وہاں پہونچ کر انتظام وانصرام اور تعلیمی سرگرمیاں دیکھنے کے بعد وہ مایوسی جاتی رہی، جامعہ کے موقر ناظم اعلیٰ محترم شیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ ہماری آمد کی اطلاع پا کر جامعہ تشریف لائے، آپ کے ساتھ کچھ دیر مختلف تعلیمی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا رہا، آپ نے ازراہ کرم اپنی کچھ تالیفات ہدیہ کیں، پھر وہاں کے موقر استاد شیخ دل محمد سلفی حفظہ اللہ اور کچھ دیگر اساتذہ کے ساتھ مختلف جگہوں کا معاینہ کیا گیا، ساتھ ہی لائبریری بھی گئے، لائبریری جامعہ کی شناخت ہے، اپنے شاندار علمی ذخیرے اور حسن ترتیب وتنظیم کی وجہ سے ہندوستان کی اہم لائبریریوں میں سے ایک ہے، وہاں حافظ محفوظ الرحمٰن سلفی اور شیخ ظل الرحمٰن فائق بندوی صاحبان نے تکریم فرمائی اور نئی پرانی کتابوں کی بابت قیمتی معلومات فراہم کیں، ساتھ ہی دیگر اساتذہ جامعہ حفظہم اللہ، خصوصا شیخ محمد مستقیم سلفی (شیخ الجامعہ) حفظہ اللہ وشیخ مفتی نورالہدی سلفی حفظہ اللہ سے ملاقات اور تبادلہ خیال رہا۔

بعد نماز عصر کلیہ کے طلبہ کے ساتھ دارالحدیث ہال (جو کہ بڑے اسمارٹ کلاس کی صورت میں بدل دیا گیا ہے) میں ایک علمی ملاقات رکھی گئی، یہ مجلس تقریبا ڈیڑھ گھنٹے مسلسل چلی، طلبہ نے نہایت دلچسپی سے نہ صرف گفتگو سنی بلکہ دیر تک مختلف علمی حوالوں سے سوالات بھی کرتے رہے۔ طلبہ کے سوالات، انکی گہری دلچسپی اور غیر معمولی توجہ سے مجھے خوشگوار حیرت کا احساس ہوا اور اندازہ ہوا کہ یہ طلبہ نہ صرف باذوق ہیں بلکہ ان کے اندر علم کی پیاس بھی ہے، اور کچھ حاصل کر لینے کی تڑپ بھی ہے، ساتھ ہی دوران گفتگو میں نے متعدد سوالات خود بھی کئے، بیشتر کے جواب طلبہ نے خود دیے، یہ بجائے خود خوش آئند ہے، اس علمی مجلس کے بعد وقت کی قلت کے باوجود طلبہ دیر تک اپنے احساسات شیئر کرتے رہے اور دوبارہ آنے کا وعدہ لیتے رہے، اس مجلس نے دل میں یگونہ خوشی پیدا کی کہ جامعہ سلفیہ اس عہد زوال میں بھی صحیح اور مثبت سمت کی طرف رواں دواں ہے، مجھے قوی امید ہے کہ جامعہ اسی طرح ترقی کے مدارج طے کرتا رہے گا اور جو بھی کمیاں نظر آئیں گی وقت کے تقاضوں کے مطابق ان کی اصلاحات کی جاتی رہیں گی۔

ہمارے اس وفد میں برادرم شیخ ابوالاعلیٰ سلفی (استاد جامعہ عالیہ عربیہ مئو) اور برادرم حذیفہ شاہد (مینیجر دارالسلام مئو) بھی تھے، جامعہ نے ہمارے استقبال اور تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ اٹھایا، خصوصیت کے ساتھ شیخ دل محمد سلفی حفظہ اللہ نے ضیافت میں کوئی کوتاہی نہ کی اور اپنے حسن اخلاق سے متاثر کرتے رہے، حضرت فضا کے لفظوں میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے

خدا کرے فضا یونہی یہ خواب جاگتے رہیں
یہ خوشبوئیں جواں رہیں گلاب جاگتے رہیں

دعاؤں کا خواستگار
راشد حسن مبارکپوری
(استاد جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو)

(۲)فضیلۃ الشیخ افروز عالم ذکر اللہ صاحب سلفی (ممبئی، مہاراشٹر)

6اگست 2024 بروز منگل ممبئی میں مقیم، جماعت کے متحرک ونشیط داعی فضیلۃ الشیخ افروز عالم ذکر اللہ سلفی حفظہ اللہ اپنے مادر علمی "جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس "فراغت کے بعد تیسری۔ مرتبہ تشریف لائے اور جامعہ کی آفسوں، کلاسوں، لائبریریوں (مرکزی لائبریری، ندوۃ الطلبہ کی لائبریری، سلفیہ بک ڈپو) وغیرہ تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں کا تفصیلی مشاہدہ کیا، اور محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ سے نیز جامعہ کے قدیم وجدید اساتذہ کرام حفظھم اللہ سے ملاقات وگفت و شنید کی، اور بے حد خوشی کا اظہار کیا، اور شہر میں مقیم اپنے ہم درس ومعاصر ساتھیوں سے بھی ملاقات کی۔ جامعہ اور جامعہ کے موجودہ تعلیمی وتربیتی نشاطات وپیش رفتوں پر آپ کے تحریری تأثرات درج ذیل ہیں:

"سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے آغاز کروں، آج بھی مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتے ہوئے، نشیب وفراز کی وادیوں سے گزرتے ہوئے اہل علم وعوام سب کے لیے دینی، علمی، تاریخی اور ثقافتی سرمایہ ہے۔ جامعہ سلفیہ نے روز اول ہی سے اشاعت اسلام کا مبارک فریضہ انجام دے کر دل اور دنیا دونوں پر حکومت کی ہے۔ اللہ رب العالمین ادارہ کو حاسدین کے حسد اور شر پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

الحمد للہ آج بھی طلبہ کے اندر علمی ذوق وشوق بدرجہ اتم موجود ہے۔ ہم تمام طلبہ جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے لیے تابناک اور روشن مستقبل کے لیے دعا گو ہیں اور مادر علمی سے ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد یہ تیسری مرتبہ آنا ہوا، الحمد للہ ہر دفعہ جامعہ کو پہلے سے بہتر پایا اور جامعہ میں آکر مجھے بے حد خوشی ہوئی جو ناقابل بیان ہے، تمام اساتذہ کرام کا بھی بے حد ممنون ومشکور ہوں جن کے سایۂ عاطفت میں ہم نے بھی تعلیم حاصل کی۔ الحمد للہ تمام اساتذہ سے ملاقات ہوئی خصوصاً ناظم اعلیٰ شیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ سے بھی گفت وشنید کا موقع ملا، الحمد للہ آپ کے اندر خدمت کا جذبہ کافی ہے، ہماری دلی تمنا یہی ہے کہ ہمیشہ گاہے بگاہے مادر علمی کا دورہ کرتا رہوں۔ اللہ رب العالمین جامعہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، آمین تقبل یا رب العالمین۔

اس سفر میں شیخ عبدالصبور مدنی حفظہ اللہ، شیخ عبدالحلیم مدنی حفظہ اللہ، شیخ دل محمد سلفی حفظہ اللہ وغیرہم کا بھی ممنون ومشکور ہوں کہ آپ سب نے ہمیں جامعہ کے موجودہ نشاطات سے واقف کرایا اور مہمان نوازی کا خاص خیال رکھا۔ جامعہ کے لائبریرین شیخ محفوظ الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ اور ان کے معاون ومساعد جناب فائق بندوی حفظہ اللہ کا بھی شکر گزار ہوں، آپ لوگوں کے درمیان بھی مکتبہ میں کافی وقت گزارا۔ لائبریری کو بھی پہلے سے کافی منظم اور بہتر پایا۔ الحمد للہ حافظ محفوظ الرحمٰن صاحب سلفی اور آپ کے معاون دونوں حضرات بھی جامعہ کے لیے بہت محنت کرتے ہیں اور وقت کی پابندی کے ساتھ ساتھ طلبہ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں، فجزاھم اللہ خیرا۔

ہمارا جامعہ کتاب وسنت کا ترجمان ہے، سلفیت کا

نگہبان اور منبع نور وعرفان ہے۔ اہل حدیثان ہند کی یہ مرکزی درسگاہ ہے جس میں اللہ رب العالمین نے ایک بار پھر پہنچایا ہے۔ یہ جامعہ لاکھوں کروڑوں اہل حدیثان ہند کی آرزوؤں کا مرکز ہے اور ان شاء اللہ باقی رہے گا۔ سب کی تمناؤں کا محور اور اسلاف کے تڑپتے خوابوں کی سچی تعبیر ہے۔

آبروئے کتاب وسنت مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس اور اس گلشن رسول کے نگہدار اساتذہ کرام کی خدمت میں ارمغان تشکر پیش کرتے ہیں بالخصوص شیخ الجامعہ محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ اسعد اعظمی حفظہ اللہ، دکتور ابراہیم مدنی حفظہ اللہ من کل سوء ومکروہ کا جن سے ایک مرتبہ پھر ملاقات، لمبی گفتگو اور مستقبل میں کچھ کرگزرنے کا جذبہ ملا۔ (حفظهم الله جميعا ومتعنا بحياتهم)

الحمد للہ آج بھی ہمارے اساتذہ تدریس، خطابت وصحافت وغیرہ میں کافی محنت کرتے ہیں، آج بھی حفظ، فہم واستحضار، مسائل کا استنباط، محدثین کا فقہ اور ان کا طرز استدلال ان تمام چیزوں میں جامعہ کے طلبہ دیگر مدارس کے طلبہ سے فائق ہوتے ہیں۔

رب کریم جامعہ، جملہ منتظمین جامعہ اور تمام اساتذہ کرام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور ہم ابناء جامعہ سلفیہ بنارس کو جامعہ کے حق میں مفید بنا کہ قیادت کا مستقبل منتظر ہے۔ اللہ علم وفن کے اس مرکز کو قائم ودائم رکھے اور ہم سب کو میدان علم وعمل میں ہمیشہ تگ وتاز کی توفیق ارزانی عنایت فرمائے۔

(۳) مولانا محمد زبیر شمس مدنی (کڑپہ، آندھرا پردیش)

9 ستمبر 2024م، بروز پیر جامعہ کے سابق شیخ الحدیث ومفتی مولانا شمس الحق صاحب سلفی رحمہ اللہ کے فرزند اور علمی وتحقیقی دنیا کے معروف ومقبول اور مستند عالم دین علامہ عزیر شمس رحمہ اللہ کے بھائی فضیلۃ الشیخ زبیر شمس مدنی حفظہ اللہ اپنے مادر علمی "جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس "پچاس سال بعد تشریف لائے۔ جامعہ آپ کے تشریف لانے کا مقصد اپنے والد محترم مولانا شمس الحق صاحب سلفی رحمہ اللہ کے فتاوے کو کمپوزنگ کر کے اس کی طباعت تھا۔ اس موضوع پر محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ وتولاہ سے ان کی آفس میں دیر تک مشورہ وتبادلہ خیال کیا۔ آپ نے جامعہ کے موجودہ تعلیمی وتربیتی نظام اور اس کے نشاطات وسرگرمیوں کا مشاہدہ کیا۔ آپ کے تحریر کردہ تأثرات درج ذیل ہیں:

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وأكرم المرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه بسم الله الرحمن الرحيم وأن سعيه سوف يرى ثم يجزاه الجزاء الأوفى. یہ دستور الٰہی ہے کہ جو متقین کے طریقے پر چلے گا تو اللہ اس کے کام میں، اولاد میں ہر چیز میں برکت عطا فرمائے گا اور اگر عمارت بوسیدہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ خضر اور موسیٰ جیسے پیغمبر اور ولی کے ذریعہ کام لے کر عمارت کو پختہ کرا دیتا ہے۔

پچاس سال قبل پہلی بار والد محترم شیخ شمس الحق سلفی

اور برادر شفیق محمد عزیر شمس اور محمد عمیر کے ہمراہ حصول تعلیم کے ولولہ اور امنگ کے ساتھ جامعہ سلفیہ پہنچے تھے اور اس دفعہ والد رحمہ اللہ کے فتاوے کو جمع اور ایڈٹ کر کے چھپوانے کی غرض سے آنا ہوا۔ شیخ عبد اللہ سعود صاحب سلفی سے ملاقات ہوئی اور اس سلسلے میں یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ اس پر کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے اسی کام کے لیے ایک شخص کو دو سالوں تک رکھا گیا، پھر کمپیوٹر کی خرابی کی وجہ سے کام میں سستی آگئی، تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب جلد ہی اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا، ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی اور نسل در نسل ان کی اولاد کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور مصائب وبلاؤں سے بچائے اور جس طرح اس نیک بزرگ کی بوسیدہ دیوار کی مرمت خضر اور موسیٰ علیہما السلام سے کروایا تھا اور ضرورت پڑے تو اللہ ان کی بھی ویسی مدد کرے آمین یارب العالمین۔

اس اثناء میں شیخ دل محمد حفظہ اللہ کو نہیں بھول سکتا جنہوں نے اس کام میں حصہ لیا، کوشش کی، اللہ بے انتہا اجر عظیم سے نوازے اور ہم سب کو اپنا خادم اور دین کا سپاہی بنائے، ہمارے کاموں کو قبول فرمائے، لغزشوں کو درگزر فرمائے۔

اللهم تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

وصلى الله على النبي وبارك وسلم

أخوكم في الله

محمد زبير شمس

☆☆☆

مفلس کون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نقد درہم ہوں اور نہ سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت والے دن نماز، روزے اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا، لیکن اس کے ساتھ وہ اس حال میں آئے گا کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا، پس ان تمام مظلومین کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں قبل اس کے کہ اس کے ذمے دوسروں کے حقوق باقی ہوں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں پھیک دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم)

باب الفتاویٰ

سوال: ماہ محرم کیا ہے اور کیا اس میں عبادت کی کوئی خاص فضیلت ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی آخری کتاب قرآن حکیم میں اس کی وضاحت کردی ہے، ملاحظہ فرمائیں:إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ (التوبۃ: ۳۶) یعنی مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک لوح محفوظ میں بارہ ہے اور یہ اس وقت سے ہے جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، ان میں چار حرمت والے ہیں، یہی مضبوط دین ہے لہٰذا تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

اب رہی یہ بات کہ حرمت وادب کے وہ چار مہینے کون کون سے ہیں تو اس کی تعیین حضرت ابوبکرہ سے مروی اس روایت سے ہوجاتی ہے کہ رسول نے فرمایا: السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاثة متواليات: ذو القعدة، وذو الحجة، والمحرم، ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان. (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ التوبہ)

ان دونوں نصوص قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ محرم ایک عظیم الشان اور مبارک اور حرمت وادب کے چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے، ہر انسان کو اس مہینے کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے ظلم وستم اور گناہ سے باز رہنا چاہئے۔

ایک دوسری بات جو اس مہینے کے سلسلے میں کہی جاسکتی ہے یہ ہے کہ یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی ہجری سن اسی مہینہ سے شروع ہوتا ہے، ہجری سن کا استعمال رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھا، بلکہ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں شروع ہوا، اس سے پہلے لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہجرت اور وفات کے درمیانی سالوں کو خاص خاص ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ مثلاً ہجرت کے بعد والے پہلے سال کو سنة الإذن بالرحيل، دوسرے کو سنة الأمر بالقتال، تیسرے کو سنة التمحيص، چوتھے کو سنة الترفئه، پانچویں کو سنة الزلزال، چھٹے کو سنة الاستيناس ساتویں کو سنة الاستغلاب وغیرہ سے یاد کیا کرتے تھے، لیکن ظاہر ہے کہ اس سے سالوں کا تسلسل قائم رہنا ممکن نہ تھا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو اس کی طرف توجہ دلائی تو امیر المومنین حضرت عمر نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور حضرت عثمان و حضرت علی وغیرہ کے مشورے سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سن کی ابتدا قرار دے کر اسلامی سالوں کا شمار شروع کیا۔ (فتح الباری: کتاب المناقب، رحمۃ للعالمین ودیگر کتب حدیث وسیر)

اس لیے اس مہینے کو اسلامی سال کا پہلا سن قرار دیئے جانے کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

اس مہینے میں نفلی روزوں کی بڑی فضیلت احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول سے سوال کیا گیا کہ فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل. (صحیح مسلم: کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم، ابوداود: باب فی صوم المحرم) یعنی رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے روزے ہیں جو کہ اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد کی نماز) ہے۔

(۲) حضرت ابوقتادہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صوم عاشوراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: يكفر السنة الماضية. یعنی یوم عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: باب استحباب صيام ثلاثة أيام في كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس، ابو داود: باب فی صوم الدھر)

(۳) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: ما رأيت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره إلا هذا اليوم عاشوراء، وهذا الشهر يعني شهر رمضان. (صحیح بخاری: باب صیام عاشوراء، صحیح مسلم: ۱۱۳۲)

(۴) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی جب تک مکہ مکرمہ میں رہے عاشوراء کا روزہ رکھتے رہے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا، مگر جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپ نے اس کا اہتمام ترک کردیا اور فرمایا: اب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب صیام عاشوراء، صحیح مسلم: ۱۱۳۵)

(۵) حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کے اعلان کردینے کا حکم دیا کہ جو کھا چکا ہو تو وہ دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اسے روزہ رکھ لینا چاہئے، کیوں کہ آج عاشوراء کا

دن ہے۔(متفق علیہ)

(۶) اسی طرح کی بات حضرت ربیع بنت مسعود کی حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری: باب صوم الصبیان، صحیح مسلم: باب صوم یوم عاشوراء)

(۷) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا، لوگوں نے ایک بار حضورﷺ سے کہا کہ اس دن کو یہود ونصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہمیں ان کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملہ میں موافقت ہو جا رہی ہے (مرعاۃ: ۲۷۲/۳) تو آپ نے فرمایا: آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی حدیث حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مگر اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔(صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب أي یوم لصیام فی عاشوراء)

اس لئے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کے ساتھ ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے۔

ان احادیث صحیحہ کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث اس معنی ومفہوم کی موجود ہیں جن سے روزے کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ماہ محرم میں اس عمل (روزہ رکھنے) کے علاوہ جتنے اعمال کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب خرافات، بدعات اور محدثات ہیں۔

شریعت مطہرہ سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

جہنم کی آگ کا ایک ٹکرا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بے شک میں ایک انسان ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو تا کہ میں فیصلہ کروں اور شاید تم میں سے بعض آدمی اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے فریق سے زیادہ تیز اور چرب زبان ہو، پس میں جو کچھ سنوں اور اس سے جس نتیجے پر پہنچوں اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں درآں حالیکہ وہ حق پر نہ ہو، پس جس شخص کے لئے میں اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو دراصل یہ میں اس کے لئے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔

(متفق علیہ)

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

July & August 2024

Vol.XL1 No.7-8

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.